سیرت طیبہ میں پہلے پہل پیش آنے والے واقعات کا مجموعہ

# اولیاتِ سیرت

سیّد عزیز الرّحمٰن

ایوانِ سیرت

بسم الله الرحمن الرحيم

# اولیات سیرت

# ایوانِ سیرت ﷺ

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

سیرت طیبہ میں پہلے پہل پیش آنے والے واقعات کا مجموعہ

# اولیاتِ سیرت


مرتب

سید عزیز الرحمن

جملہ حقوق بہ حق ناشر محفوظ

سلسلہ: ۴

نام کتاب: اولیات سیرت
مرتب: سید عزیز الرحمٰن
سن اشاعت: جمادی الثانی ۱۴۴۶ / دسمبر ۲۰۲۴ء
صفحات: ۱۲۸

اہتمام
ایوانِ سیرت

ناشر
زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

# فہرست عنوانات


| | | |
|---|---|---|
| | تقدیم | ۱۳ |
| | کتب الاوائل | ۱۳ |
| | **اوائل الرسول ﷺ** | **۱۸** |
| ۱۔ | سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے والے | ۱۸ |
| ۲۔ | روز قیامت سب سے پہلے اٹھائے جانے والے | ۱۸ |
| ۳۔ | سب سے پہلے جن کے لیے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا | ۱۹ |
| ۴۔ | سب سے پہلے شفاعت کرنے والے | ۲۰ |
| ۵۔ | سب سے پہلے جن کی شفاعت قبول کی جائے گی | ۲۰ |
| ۶۔ | روز قیامت سب سے پہلے سر اٹھانے والے | ۲۰ |
| ۷۔ | سب سے پہلے جن کا حساب ہوگا | ۲۰ |
| ۸۔ | دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اہل بیت میں سے آپ ﷺ سے سب سے پہلے ملنے والی شخصیت | ۲۱ |
| ۹۔ | سب سے پہلے پل صراط عبور کرنے والے | ۲۱ |
| ۱۰۔ | امتوں میں سب سے پہلے پل صراط عبور کرنے والی امت | ۲۲ |

## اولیات سیرت ۲۳


۱۱۔ ولادت کے بعد آپ ﷺ کو سب سے پہلے گود میں لینے والی خاتون ۲۳

۱۲۔ سب سے پہلی رضاعت ۲۳

۱۳۔ سب سے پہلے رضاعی بھائی ۲۴

۱۴۔ پہلی خدمت گزار ۲۴

۱۵۔ سب سے پہلا سفر ۲۵

۱۶۔ پہلی کفالت ۲۵

۱۷۔ پہلا تجارتی سفر ۲۶

۱۸۔ سب سے پہلی لڑائی۔حربِ فجار میں شرکت ۲۷

۱۹۔ پہلا معاہدہ۔حلف الفضول ۲۷

۲۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا فیصلہ ۲۸

۲۱۔ آپ ﷺ کا پہلا نکاح ۳۰

۲۲۔ سب سے پہلا مہر، جو آپ ﷺ نے ادا کیا ۳۲

۲۳۔ سب سے پہلے صاحب زادے۔حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ۳۲

۲۴۔ سب سے پہلی صاحب زادی۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا ۳۳

۲۵۔ پہلی وحی ۳۴

۲۶۔ پہلی وحی متلو، یا پہلی وحی قرآنی ۳۵

۲۷۔ نبوت کی سب سے پہلی اطلاع ۳۶

۲۸۔ سب سے پہلے اسلام لانے والا فرد ۳۶

| | | |
|---|---|---|
| ۲۹۔ | سب سے پہلے اسلام لانے والا مرد | ۳۷ |
| ۳۰۔ | سب سے پہلے اسلام لانے والی خاتون | ۳۸ |
| ۳۱۔ | لڑکوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے | ۳۸ |
| ۳۲۔ | آزاد کردہ غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے | ۳۸ |
| ۳۳۔ | غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے | ۳۸ |
| ۳۴۔ | حنیفیوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے | ۳۹ |
| ۳۵۔ | سب سے پہلی نماز | ۳۹ |
| ۳۶۔ | سب سے پہلا وضو | ۴۰ |
| ۳۷۔ | آپ ﷺ کی سب سے پہلی امامت | ۴۰ |
| ۳۸۔ | کسی امتی کی پہلی نماز | ۴۰ |
| ۳۹۔ | پہلی سیرت بیان کرنے والی شخصیت | ۴۱ |
| ۴۰۔ | پہلی منظوم مدح | ۴۱ |
| ۴۱۔ | نبوت کے بعد سب سے پہلی ملاقات | ۴۴ |
| ۴۲۔ | پہلے مسلمان کی وفات | ۴۵ |
| ۴۳۔ | پہلا زخمی کافر | ۴۵ |
| ۴۴۔ | سب سے پہلا دعوتی اجتماع | ۴۶ |
| ۴۵۔ | سب سے پہلا معجزہ | ۴۷ |
| ۴۶۔ | سب سے پہلا خطبہ | ۴۷ |
| ۴۷۔ | سب سے پہلی درس گاہ | ۴۸ |
| ۴۸۔ | حرم میں سب سے پہلی تلاوت | ۴۹ |
| ۴۹۔ | اسلام کا پہلا شہید | ۵۰ |

| | | |
|---|---|---|
| ۵۰۔ | اسلام کی پہلی خاتون شہید | ۵۰ |
| ۵۱۔ | کسی صحابی کی پہلی دعوتی تقریر | ۵۰ |
| ۵۲۔ | پہلی ہجرت | ۵۳ |
| ۵۳۔ | پہلا مہاجر جوڑا | ۵۴ |
| ۵۴۔ | سب سے پہلا مکتوب | ۵۴ |
| ۵۵۔ | پہلے سفیر | ۵۵ |
| ۵۶۔ | ازواج مطہرات میں سب سے پہلے انتقال کرنے والی | ۵۷ |
| ۵۷۔ | سب سے پہلے تکبیر بلند کرنا | ۵۷ |
| ۵۸۔ | مقاطعہ بنی ہاشم کے خاتمے کے لیے سب سے پہلا اقدام | ۵۸ |
| ۵۹۔ | سب سے پہلا دعوتی سفر | ۵۸ |
| ۶۰۔ | پہلا عیسائی مسلمان | ۶۲ |
| ۶۱۔ | سب سے پہلی مواخاۃ | ۶۲ |
| ۶۲۔ | حرم میں سب سے پہلے باجماعت نماز | ۶۳ |
| ۶۳۔ | سب سے پہلے انصاری سوید بن صامت رضی اللہ عنہ کا اسلام | ۶۳ |
| ۶۴۔ | سب سے پہلی بیعت۔ بیعت عقبہ | ۶۳ |
| ۶۵۔ | آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پہلا خط | ۶۵ |
| ۶۶۔ | سب سے پہلے بیرونی مبلغ | ۶۵ |
| ۶۷۔ | سب سے پہلا جمعہ | ۶۶ |
| ۶۸۔ | سب سے پہلے مہاجر مدینہ | ۶۷ |
| ۶۹۔ | سب سے پہلی تحریری امان | ۶۸ |
| ۷۰۔ | سب سے پہلا علم | ۷۰ |

| | | |
|---|---|---|
| ۷۱۔ | سب سے پہلے علم بردار | ۷۰ |
| ۷۲۔ | سب سے پہلی مسجد، قبا | ۷۱ |
| ۷۳۔ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا جمعہ | ۷۲ |
| ۷۴۔ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا خطبہ جمعہ | ۷۲ |
| ۷۵۔ | مدینے میں پہلا قیام | ۷۵ |
| ۷۶۔ | سب سے پہلے یہودی کا اسلام۔ اسلام عبداللہ بن سلامؓ | ۷۶ |
| ۷۷۔ | مدینے میں پہلی مسجد، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر | ۷۸ |
| ۷۸۔ | سب سے پہلے حجرے | ۸۰ |
| ۷۹۔ | پہلا تحریری دستور | ۸۰ |
| ۸۰۔ | سب سے پہلا وقف | ۸۷ |
| ۸۱۔ | سب سے پہلی اذان | ۸۷ |
| ۸۲۔ | مدینے میں مہاجرین میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے۔ عبداللہ بن زبیر | ۹۰ |
| ۸۳۔ | انصار میں ہجرت کے بعد سب سے پہلی پیدائش | ۹۱ |
| ۸۴۔ | سب سے پہلی آیت جہاد | ۹۱ |
| ۸۵۔ | سب سے پہلا سریہ سریہ حمزہ (مہم سیف البحر) | ۹۲ |
| ۸۶۔ | سب سے پہلے امیر | ۹۳ |
| ۸۷۔ | پہلا جنگی علم | ۹۳ |
| ۸۸۔ | سب سے پہلے جنگی علم بردار | ۹۳ |
| ۸۹۔ | سب سے پہلا تیر | ۹۴ |
| ۹۰۔ | سب سے پہلے تیر انداز | ۹۴ |

| | | |
|---|---|---|
| ۹۱۔ | سب سے پہلی لڑائی۔سریہ عبداللہ بن جحش (مہم نخلہ) | ۹۴ |
| ۹۲۔ | سب سے پہلا تیر، جس سے کافر قتل ہوا | ۹۸ |
| ۹۳۔ | سب سے پہلا قتل مشرک | ۹۸ |
| ۹۴۔ | میدانِ جنگمیں انصار کے پہلے شہید | ۹۸ |
| ۹۵۔ | میدانِ جنگ میں مہاجرین کے پہلے شہید | ۹۹ |
| ۹۶۔ | سب سے پہلا مال غنیمت | ۹۹ |
| ۹۷۔ | سب سے پہلا غزوہ ذِی العشیر ہ | ۹۹ |
| ۹۸۔ | رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سب سے پہلے جانشین | ۹۹ |
| ۹۹۔ | نبوت کے بعد سب سے پہلا معاہدہ | ۱۰۰ |
| ۱۰۰۔ | نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی کسی علاقے کی طرف پہلی پیش قدمی | ۱۰۰ |
| ۱۰۱۔ | مدینے کی پہلی اقامتی درس گاہ۔اصحابِ صُفَّہ | ۱۰۱ |
| ۱۰۲۔ | سب سے پہلا وفد | ۱۰۲ |
| ۱۰۳۔ | پہلے روزے | ۱۰۲ |
| ۱۰۴۔ | رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا پہلا صدقۃ الفطر | ۱۰۶ |
| ۱۰۵۔ | رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پہلی عید الفطر | ۱۰۶ |
| ۱۰۶۔ | رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پہلی زکاۃ | ۱۰۶ |
| ۱۰۷۔ | سب سے پہلا خمس | ۱۰۸ |
| ۱۰۸۔ | ہجرت کے بعد پہلی وفات | ۱۰۸ |
| ۱۰۹۔ | رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب سے پڑھی جانے والی مدینے میں سب سے پہلی نماز جنازہ | ۱۰۹ |
| ۱۱۰۔ | جنت البقیع میں سب سے پہلی تدفین | ۱۰۹ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۱۱۔ | مدینے میں سب سے پہلے وفات پانے والی زوجہ محترمہ | ۱۰۹ |
| ۱۱۲۔ | سب سے پہلے تلبیہ پڑھتے ہوئے حرم میں داخل ہونے والے | ۱۰۹ |
| ۱۱۳۔ | پہلی صلح، حدیبیہ | ۱۱۰ |
| ۱۱۴۔ | مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے نائب | ۱۱۲ |
| ۱۱۵۔ | مکے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے مؤذن | ۱۱۲ |
| ۱۱۶۔ | سب سے پہلے منجنیق کا استعمال | ۱۱۴ |
| ۱۱۷۔ | پہلی بار دبابہ کا استعمال | ۱۱۴ |
| ۱۱۸۔ | سب سے پہلا خون بہا | ۱۱۵ |
| ۱۱۹۔ | سب سے پہلا قصاص | ۱۱۵ |
| | **اولیات کتب سیرت** | **۱۱۶** |
| ۱۲۰۔ | پہلی کتاب المغازی | ۱۱۶ |
| ۱۲۱۔ | پہلی مطبوع کتاب المغازی | ۱۱۷ |
| ۱۲۲۔ | پہلی کتاب سیرت | ۱۱۷ |
| ۱۲۳۔ | دلائل النبوۃ، خصائص النبوۃ | ۱۱۸ |
| ۱۲۴۔ | پہلی مطبوع کتاب دلائل النبوۃ | ۱۱۸ |
| ۱۲۵۔ | پہلی مطبوع کتاب الشمائل | ۱۱۸ |
| ۱۲۶۔ | پہلی کتاب الاموال | ۱۱۸ |
| ۱۲۷۔ | پہلی کتاب الخراج | ۱۱۹ |
| ۱۲۸۔ | پہلی کتاب تاریخ مکہ | ۱۲۰ |
| ۱۲۹۔ | پہلی کتاب اخبار مدینہ | ۱۲۰ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۳۰۔ | پہلی کتاب انساب | ۱۲۱ |
| ۱۳۱۔ | پہلی مطبوع کتاب انساب | ۱۲۱ |
| ۱۳۲۔ | پہلی کتاب مکاتیب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | ۱۲۱ |
| ۱۳۳۔ | پہلی مطبوع کتاب مکاتیب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | ۱۲۲ |
| ۱۳۴۔ | اردو میں پہلی کتاب سیرت، نثر میں | ۱۲۲ |
| ۱۳۵۔ | مطبوع پہلی کتاب سیرت اردو فوائد بدریہ | ۱۲۲ |
| ۱۳۶۔ | اردو میں پہلی منظوم مطبوع کتاب سیرت | ۱۲۲ |
| ۱۳۷۔ | اردو کی پہلی غیر منقوط نثری کتاب سیرت | ۱۲۳ |
| ۱۳۸۔ | اردو کی پہلی غیر منقوط منظوم کتاب سیرت | ۱۲۳ |
| ۱۳۹۔ | اردو کا پہلا سیرتی ناول | ۱۲۳ |
| ۱۴۰۔ | پہلی لغات سیرت | ۱۲۴ |
| ۱۴۱۔ | پہلا مجلۂ سیرت | ۱۲۴ |
| ۱۴۲۔ | اردو میں پہلا ترجمہ | ۱۲۴ |
| | کتابیات | ۱۲۵ |

# تقدیم

سیرت نگاری کے بہت سے اسالیب، مناہج اور موضوعات ہمیشہ سے اہل قلم اور اہل تحقیق کی توجہ کا مرکز ہیں اور سیرت ایک فن کے طور پر ابتدا ہی میں اپنی جداگانہ شناخت متعین کرنے کے بعد مسلسل ذیلی عناوین متعارف کراتا جا رہا ہے۔ چناں چہ قریب ترین عہد میں علوم سیرت کی اصطلاح بھی نمایاں ہوئی ہے۔ جس کا مفہوم یہی ہے کہ علم سیرت اب محض ایک علم نہیں بل کہ وہ ایک مجموعۂ علوم ہے، یا ایک وسیع وعریض کثیر الجہات علم کا عنوان بن چکا ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ علومِ سیرت کی اس فہرست میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، شاید یہ بھی ایک نوعیت کا اعجاز سیرت ہے۔ یہ چند سطریں بھی کیفیت کے اعتبار سے علوم سیرت میں ایک اہم اضافہ ہیں، فالحمد للہ علی ذالک۔ اس لیے کہ آج سے پہلے اولیات سیرت کے عنوان سے کم از کم ہماری دانست میں باقاعدہ کچھ نہیں لکھا گیا، اس موضوع پر ضمناً ضرور تھوڑا بہت لکھا گیا ہے، اور الاوائل کے عنوان سے کئی ایک کتب تحریر کی جا چکی ہیں، ان میں سے بعض میں سیرت کی اولیات کا بھی بیان موجود ہے، لیکن بہ راہ راست اوائلِ سیرت پر الگ سے مواد موجود نہیں ہے۔ چناں چہ اوائل کے موضوع پر پہلے ہم وہ کتب ذیل میں درج کرتے ہیں جو ہمارے سامنے موجود ہیں، یا جن کا ذکر فہارس نگاروں کے ہاں ملتا ہے۔

## کتب الاوائل

ا۔ ابن کلبی (م ۲۰۶ھ)۔ کتاب الاوائل

۲۔ابوبکرعبداللہ بن محمد بن ابی شیبۃ (م ۲۳۵ھ)، کتاب الاوائل۔دارالتاج

۳۔المدائنی، علی بن محمد (م ۲۲۵ھ)۔الاوائل

۴۔ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری (م ۲۷۶ھ)، کتاب الاوائل۔تعلیق: محمد بدرالدین القھوجی، دار ابن کثیر، دمشق، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۷ھ۔

۵۔احمد بن ابی عبداللہ البرقی (م ۲۷۴ھ)۔الاوائل

۶۔ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم الشیبانی (ت ۲۸۷)، کتاب الاوائل۔تحقیق: عبد اللہ الجبوری، نشر المکتب الاسلامی بیروت، دمشق، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۵ھ۔وتحقیق: ابی ہاجر زغلول، دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۹۸۷۔وتحقیق: محمود محمد نصار، دار الجیل ۱۴۱۱ھ۔وتحقیق محمد بن ناصر العجمی، دار الخلفاء للکتاب الاسلامی الکویت۔وطبعۃ دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۵ھ۔

۷۔ابوعروبۃ الحسین بن محمد بن مودود بن حماد السلمی الحرانی (م ۳۱۸ھ) کتاب الاوائل۔تحقیق مشعل بن بانی الجبرین المطیری، دار ابن حزم بیروت ۱۴۲۴ھ۔

۸۔ابویعقوب اسحاق بن سلیمان الاسرائیلی الطبیب القیروانی ثم المصری (م ۳۲۰) کتاب الاوائل والاقاویل

۹۔ابوہلال حسن بن عبداللہ العسکری (م ۳۹۵ھ)، کتاب الاوائل وتحقیق: ولید قصاب ومحمد مصری، مطبعۃ المتوسط، بیروت نشر دار العلوم، الریاض ۱۴۰۰ھ۔وتحقیق وزارۃ الثقافۃ والارشاد القومی دمشق، بدون تاریخ۔وتحقیق: محمود میرۃ، وفی المطبعۃ العربیۃ الحدیثۃ القاہرۃ ۱۴۰۲ھ۔وطبعۃ دار الکتب العلمیۃ الناشر دار الکتب اللبنانیۃ، بیروت، بدون تحقیق، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۷ھ۔وطبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت، وضع حواشیہ: عبدالرزاق غالب المہدی، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۷ھ۔وتحقیق محمد السید الوکیل، نشر اسعد الحسینی، مطبعۃ دار الرمل، طنجۃ، المغرب۔

۱۰۔سعید بن سعدون العطار (م ۳۷۰ھ)۔الاوائل

۱۱۔المرزبانی (م ۳۸۴ھ)۔الاوائل

۱۲۔ابونعیم الاصبہانی (م ۴۳۰ھ)۔کتاب الاوائل

۱۳۔ کتاب (الاوائل) لابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (م ۳۶۰ھ)، وتحقیق: محمد بسیونی زغلول، مع (الاوائل للسیوطی) دار الکتب العلمیۃ ۱۹۸۶ء۔ وتحقیق: محمد شکور بن محمود الحاجی امریر، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، دار الفرقان عمان، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۳ھ۔ وتحقیق مروان عطیۃ وشیخ الراشد، دار الجیل بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۲ھ۔

۱۴۔ محمد بن ابی القاسم (م ۶۱۱ھ)۔ کتاب الاوائل

۱۵۔ اسماعیل بن ہبۃ اللہ بن باطیش (م ۶۵۵ھ)۔ کتاب الاوائل

۱۶۔ ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمٰن بن یوسف المزی الدمشقی الشافعی (م ۷۴۲ھ) کتاب الاوائل

۱۷۔ صلاح الدین الصفدی (م ۷۶۴ھ)۔ کتاب زہل الحمائل

۱۸۔ بدر الدین محمد بن عبد اللہ الشبلی (م ۷۶۹ھ)، کتاب محاسن الوسائل فی علم الاوائل

۱۹۔ ابو بکر تقی الدین بن زید الجراعی الحنبلی (م ۸۸۳ھ)۔ الاوائل

۲۰۔ محمد بن احمد ابن خطیب داریا خطیب دمشق القزوینی (م ۸۱۰ھ)۔ کتاب الجلال

۲۱۔ ابن حجر العسقلانی (م ۸۵۲ھ)۔ کتاب اقامۃ الدلائل علی معرفۃ الاوائل

۲۲۔ محیی الدین ابی زکریا یحییٰ بن عمر بن محمد الشافعی المعروف بابن فہد المکی (م ۸۸۵ھ)۔ کتاب الدلائل الی معرفۃ الاوائل

۲۳۔ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (م ۹۱۱ھ)، الوسائل الی معرفۃ الاوائل۔ وتحقیق: ابراہیم العدوی وعلی عمر، مکتبۃ الخانجی۔ وتحقیق: احمد عبد القادر، دار الوفاء، المنصورۃ، مکتبۃ دار ابن قتیبۃ، الکویت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۰ھ۔ وطبع مع (الاوائل) لابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی۔ وتحقیق: محمد بسیونی زغلول، مع (الاوائل للسیوطی) دار الکتب العلمیۃ ۱۹۸۶ء۔

۲۴۔ کمال الدین عبد الرحمٰن العتائقی الحلی۔ الاوائل

۲۵۔ ابراہیم بن عمر السوبینی۔ مختصر محاسن الوسائل الی معرفۃ الاوائل

۲۶۔ محمد بن علی بن طولون (م ۹۵۳ھ) کتاب الوسائل فی معرفۃ الاوائل

۲۷۔ علاء الدین علی دده بن مصطفی الموستاری، الملقب بشیخ التربۃ اشہر علماء الحدیث

والمشتغلین بہ فی البوسنۃ (م ۹۹۸ھ)۔ کتاب محاضرۃ الاوائل ومسامرۃ الاواخر۔
المولی عثمان محمد المعروف بدوکاکین زادہ اولی (م ۱۰۱۳ھ)۔ ازہر الخمائل فی وصف الاوائل
۲۸۔ ابوزکریا یحییٰ بن یعقوب القادری الشامی، ادیب ترکی (م ۱۰۴۰ھ)۔ کتاب زبدۃ الرسائل فی معرفۃ الاوائل۔ مرتبا علی ۷ ۳ فصلا، واہداہا الی الوزیر مصطفی باشا۔
۲۹۔ محمد بن ابی القاسم الراشدی۔ کتاب الاوائل
۳۰۔ ابن دوقۃ کین۔ کتاب ازہار الجمایل
۳۱۔ مؤلف مجہول۔ کتاب المنتخب من کتاب الاوائل للعسکری

مگر یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس پورے ذخیرے میں عمومی طور پر اولیات پیش کی گئی ہیں، اور جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ ان میں اگرچہ ضمناً بعض اولیات سیرت بھی بیان ہوئی ہیں، لیکن خاص طور پر سیرت اور علوم سیرت سے ان کتب میں بحث نہیں کی گئی۔ اس ضرورت کے پیشِ نظر ان سطور میں پہلی بار اولیات سیرت یک جا کی جا رہی ہیں، اور پورے اطمینان کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اپنے موضوع پر پہلی کاوش ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

اس پورے سلسلے کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

الف: اولیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ب: اولیات سیرت

ج: اولیات کتب سیرت

اس کتاب میں واقعات سیرت کے سلسلے میں زیادہ تر والد گرامی جناب حافظ سید فضل الرحمٰن کی معروف کتاب ''ہادیٔ اعظم'' کے بیانات پر اکتفا کیا گیا ہے، گو کہ دوسرے مصادر بھی پیش نظر رہے ہیں۔

یہاں ایک بات یہ بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ اولیاتِ سیرت سے ہماری مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے کسی بھی چیز یا واقعے کا پہلے پہل ظہور ہے۔ چناں چہ وہ تمام واقعات یا چیزیں جو صرف ایک ہی بار پیش آئی ہیں، اس فہرست میں شامل نہیں ہیں، گو کہ بعض حضرات نے انہیں بھی اوائلِ میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح ہر ہر واقعے کے بھی بعض اوائل ممکن ہیں، مثلاً غزوۂ بدر کے پہلے شہید یا غزوۂ اُحد کے پہلے مقتول۔ ایسے واقعات سے بھی اعتنا نہیں کیا گیا۔

نیز بعض واقعات کے بیان میں اگر ایک سے زائد روایات موجود ہیں تو پہلے تو تمام بیانات کو ذکر کیا گیا ہے، پھر ان کے مابین جمع یا ترجیح کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

کتاب کے تمام بیانات کو اصل مصادرِ سیرت، تاریخ اور حدیث سے اخذ کیا گیا ہے۔ اور ہماری کوشش رہی ہے کہ یہ تمام بیانات درست اور مستند ہوں۔

یہ مضمون ابتدائی صورت میں شش ماہی السیرۃ عالمی کے شمارہ نمبر ۴۶ بابت اپریل ۲۰۲۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اب نظر ثانی کے ساتھ ساتھ مزید اضافوں کے بعد کتابی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اس دوران ہمارے ہاں پہلے ابنِ ہشام کی السیرۃ النبویۃ اور پھر امام محمد بن عمر الواقدی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب المغازی سبقاً سبقاً زیرِ مطالعہ رہی۔ اولیاتِ سیرت کا موضوع ان مجالس کے شرکا کے سامنے بھی رہا، یوں ان کی رہ نمائی بھی راقم کو مسلسل حاصل رہی، ہم ان تمام شرکا کو بھی جذباتِ تشکر پیش کرتے ہیں۔ خصوصاً عزیزم مولوی عبدالرحیم تابانی نے ہماری درخواست پر پورا مسودہ بالاستیعاب ملاحظہ کیا، اور پروف پڑھنے کے ساتھ ساتھ مضمون کے تکنیکی پہلوؤں پر بھی ہماری رہ نمائی کی، خصوصاً واقعاتِ سیرت کی ترتیب وغیرہ میں ان کی آرا سے استفادہ کیا گیا ہے۔

یقیناً اس کام میں اصلاح کی بہت کچھ گنجائش ہوسکتی ہے۔ تاہم ہماری پوری کوشش رہی ہے کہ اولیات سیرت کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے۔ اب یہ کاوش کس حد تک کام یاب ہوسکی، قارئین ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ اب یہ کتاب زیادہ بہتر ثابت ہوگی اور سیرتی مواد میں اضافے اور علومِ سیرت کی ایک شاخ کے طور پر اولیاتِ سیرت کو متعارف کرانے میں مفید ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

سید عزیز الرحمٰن

۲۲ جمادی الاول ۱۴۴۶ھ / ۲۵ نومبر ۲۰۲۴ء

# اوائل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

اولیات سیرت میں ایک اہم ترین عنوان خود ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اوائل کا ہے۔ آپ نے خود اپنی کئی ایک اولیات بیان فرمائی ہیں۔ اولیات سیرت کے اس بیان کا آغاز ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہیں اپنے بیان فرمودہ اوائل سے کرتے ہیں۔

## ا۔ سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے والے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انا اول من يقرع باب الجنة (۱)

سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے والا میں ہوں گا۔

## ۲۔ روز قیامت سب سے پہلے اٹھائے جانے والے

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

۱۔ ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد (م ۲۳۵ھ)، المصنف، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراتشی، ۱۴۲۸: ج۱۹، ص ۵۴۵، رقم ۳۶۹۹۸۔ ابوبکر احمد بن عاصم الشیبانی، کتاب الاوائل۔ تحقیق محمد بن ناصر العجمی، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۵ھ۔ ص ۵۱۔ رقم ۶

انا اول من تنشق عنه الارض (۱)

میں زمین سے اٹھائے جانے والوں میں سب سے پہلا فرد ہوں گا۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انا اول من تنشق عنه الارض یوم القیامة و لا فخر (۲)

میں روز قیامت زمین سے اٹھائے جانے والوں میں سب سے پہلا فرد ہوں گا۔ اگرچہ میں اس پر فخر نہیں کرتا۔

## ۳۔ سب سے پہلے جن کے لیے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روایت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا اول من یاتی باب الجنة، فاستفتح فیقول الخازن من انت؟ فاقول انا محمد، فیقول نعم بك امرت ان الأ فتح لاحد قبلك (۳)

میں سب سے پہلے جنت کے دروازے پر آؤں گا۔ اور دروازہ کھولنے کے لیے کہوں گا، دربان پوچھے گا کہ آپ کون؟ میں کہوں گا کہ محمد۔ پھر وہ کہے گا کہ بالکل ٹھیک آپ کے لیے ہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے جنت کا دروازہ کسی کے لیے نہ کھولا جائے۔

---

۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف: ج ۱۶، ص ۴۶۳، رقم ۳۲۳۸۶۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث (م ۲۷۵ھ)، السنن، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱: ج ۴، ص ۲۸۸، رقم ۴۶۷۳۔ ابو عاصم الشیبانی، کتاب الاوائل: رقم ۷

۲۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید (م ۲۷۳ھ)، السنن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ: ج ۴، ص ۵۶۵، رقم ۴۳۰۸۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ (م ۲۷۹ھ)، السنن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱: ج ۴، ص ۱۵۹، رقم ۳۱۴۸۔ ۳۷۰۳۔ ابو عاصم الشیبانی، کتاب الاوائل: رقم ۹

۳۔ مسلم بن حجاج (م ۲۶۱ھ)، الصحیح، موسسۃ المختار، قاھرہ، ۲۰۰۱: ج ۳، ص ۷۳، رقم ۱۹۶۔ ابو عاصم الشیبانی، کتاب الاوائل: رقم ۱۰

## ۴۔سب سے پہلے شفاعت کرنے والے

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا اول من تنشق عنه الارض، و اول شافع، و اول مشفع (۱)

میں زمین سے اٹھائے جانے والوں میں سب سے پہلا فرد ہوں گا۔اسی طرح سب سے پہلا شفاعت کرنے والا،اورسب سے پہلے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

## ۵۔سب سے پہلے جن کی شفاعت قبول کی جائے گی

یہ بات بھی گزشتہ روایت میں بیان ہو چکی ہے۔چناں چہ ملاحظہ ہو۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا اول من تنشق عنه الارض، و اول شافع، و اول مشفع (۲)

میں زمین سے اٹھائے جانے والوں میں سب سے پہلا فرد ہوں گا۔اسی طرح سب سے پہلا شفاعت کرنے والا،اورسب سے پہلے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

## ۶۔روز قیامت سب سے پہلے سر اٹھانے والے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فاکون اول من یرفع راسه (۳)

میں قیامت میں سب سے پہلے سر اٹھانے والا ہوں گا۔

## ۷۔سب سے پہلے جن کا حساب ہوگا

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

۱۔ابوداؤد: ج ۴،ص ۲۸۸،رقم ۴۶۷۳۔ابوعاصم الشیبانی، کتاب الاوائل: رقم ۷

۲۔ابوداؤد: ایضاً۔ابوعاصم الشیبانی، کتاب الاوائل: رقم ۷

۳۔بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ: ج ۳،ص ۱۷۲،رقم ۴۸۱۳۔ابوعاصم الشیبانی، کتاب الاوائل: رقم ۱۶

نحن الآخرون الاولون، آخر من يبعث، و اول من يحاسب (۱)

ہم پہلوں میں سے آخری ہیں۔ ہم بعثت کے اعتبار سے آخری ہیں، اور حساب میں پہلے ہوں گے۔

## ۸۔ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اہل بیت میں سے آپ ﷺ سے سب سے پہلے ملنے والی شخصیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ مجھ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا:

انك اول اهلي لحوقا بي (۲)

میرے اہل خانہ میں سے سب سے پہلے مجھ سے ملنے والی آپ ہوں گی۔

اور دوسری روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے یہ الفاظ منقول ہیں وہ فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت فاطمہ نے بتایا کہ میرے والد نے یوں فرمایا:

اول اهلي به لحوقا (۳)

آپ میرے اہل خانہ میں سے مجھ سے ملنے والی پہلی شخصیت ہوں گی۔

## ۹۔ سب سے پہلے پل صراط عبور کرنے والے

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فاكون انا و امتي اول من يجيز على الصراط (۴)

---

۱۔ احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)، المسند، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۴ھ: ج ۱، ص ۴۷۶، رقم ۲۶۸۷۔ ابوداؤد الطیالسی، سلیمان بن داؤد (م ۲۰۴ھ) المسند، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ: ج ۳، ص ۱۳۶، رقم ۲۷۳۳۔ ابی یعلی، احمد بن علی (م ۳۰۷ھ) المسند، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ: ص ۴۹۳، رقم ۲۳۳۲، ۲۳۲۸۔ ابو عاصم الشیبانی، کتاب الاوائل: رقم ۲۳

۲۔ ابن ماجہ: رقم ۱۶۲۱۔ ابو عاصم الشیبانی، کتاب الاوائل: رقم ۷۶

۳۔ ابو عاصم الشیبانی، کتاب الاوائل: رقم ۷۷

۴۔ بخاری: رقم ۷۴۳۷۔ مسلم: رقم ۱۸۲۔ ابو العاصم الشیبانی۔ کتاب الاوائل: رقم ۱۲۷

میں اور میری امت سب سے پہلے پل صراط عبور کریں گے۔

## ۱۰۔امتوں میں سب سے پہلے پل صراط عبور کرنے والی امت

مذکورہ بالا روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ امتوں میں بھی سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پل صراط عبور کرنے کا شرف حاصل کرے گی۔(۱)

۱۔ بخاری: رقم ۷۴۳۷۔ مسلم: رقم ۱۸۲۔ ابو العاصم الشیبانی۔ کتاب الاوائل: رقم ۱۲۷

# اولیات سیرت

## ۱۱۔ ولادت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے پہلے گود میں لینے والی خاتون

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ کو سب سے پہلے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت شفا بنت عمرو رضی اللہ عنہا نے گود میں لیا، چناں چہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اپنی والدہ حضرت شفا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو میری گود میں آئے اور روئے، اس پر غیب سے آواز آئی: آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔(۱)

## ۱۲۔ سب سے پہلی رضاعت

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ولادت کے بعد سب سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ نے دودھ پلایا۔ پھر دو تین دن اور دوسری روایت کے مطابق سات آٹھ روز بعد آپ کے چچا ابو لہب کی آزاد کردہ کنیز ثویبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا۔ پھر حلیمہؓ سعدیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعت کی ذمے داری ادا کی۔(۲)

---

۱۔ اصبہانی، ابونعیم، احمد بن عبد اللہ (م ۴۳۰ ھ)، دلائل النبوۃ، دار النفائس، بیروت ۱۹۸۶ء: ج ۱، ص ۱۳۵۔۱۳۶، رقم ۷۷

۲۔ شامی، محمد بن یوسف الصالحی، سبل الہدیٰ والرشاد۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۹۹۳: ج ۱، ص ۳۷۵

## ۱۳۔سب سے پہلے رضاعی بھائی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل ابولہب کی کنیز ثویبہ نے آپ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا تھا۔اور ولادت کے دوتین دن اور دوسری روایت کے مطابق سات آٹھ دن بعد ثویبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دودھ پلایا تھا۔یوں حضرت حمزہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے پہلے رضاعی بھائی ہیں۔آپ کے بعد ثویبہ نے ابوسلمہ کو دودھ پلایا، جوام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر ہیں۔ابوسلمہ کی وفات کے بعد ام سلمہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں آئیں۔

ثویبہ کے بیٹے کا نام مسرح تھا،جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا تھا۔(۱)

## ۱۴۔پہلی خدمت گزار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی خدمت گزار حضرت ام ایمن ہیں، ان کا اصل نام برکۃ تھا، یہ حبشہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ام ایمن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے والد کی جانب سے ترکے میں ملی تھیں۔(۲)

ام ایمن رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہیں۔ پہلے جناب عبدالمطب کے ہاں پھر جناب ابوطالب اور ایک روایت کے مطابق جناب زبیر بن عبدالمطلب کی کفالت کے دوران بھی وہ ساتھ رہیں۔بعض روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعثت نبوی کے بعد اسلام لانے والے اولین اہل ایمان میں بھی ام برکۃ رضی اللہ عنہا شامل تھیں۔انہیں ہجرت مدینہ کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ ۲۳ ہجری میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کوئی تیرہ برس بعد ان کا انتقال ہوا۔(۳)

---

۱۔ محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ)، الطبقات الکبریٰ، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۷ء: ج۱،ص ۱۵۱۔

۲۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۸، ص ۱۷۹۔ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ (م ۴۶۳ھ)، الاستیعاب، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ: ج ۴،ص ۳۵۶، ترجمہ ۳۲۸۷

۳۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: محمد یاسین مظہر صدیقی، ڈاکٹر (م ۲۰۲۰ء)۔حضرت ام ایمنؓ =

## ۱۵۔ سب سے پہلا سفر

آپ ﷺ کو ابتدا ہی میں رضاعت کے لیے بنوسعد کے علاقے میں منتقل کیا گیا، جو طائف میں واقع تھا۔ یہ سفر آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا پہلا سفر شمار ہونا چاہیے۔(۱)

یا پھر وہ سفر جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۶ برس ہوئی تو آپ کی والدہ آمنہ نے مدینہ منورہ کا قصد کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم راہ لے کر بنی عدی بن نجار میں حضور کے ننہال مدینہ منورہ گئیں، وہاں ایک ماہ تک قیام کے بعد مکہ واپس ہوئیں۔ مگر راستے میں مکے و مدینے کے درمیان مقامِ ابوا میں ان کا انتقال ہوگیا، اور وہ وہیں دفن ہوئیں۔ اس سفر میں آں حضور ﷺ کی خادمہ ام ایمن بھی ان کے ساتھ تھیں، جو آپ کو لے کر واپس مکے آ گئیں۔(۲)

## ۱۶۔ پہلی کفالت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ کی وفات کے بعد پہلے پہل آپ کی کفالت آپ کے دادا جناب عبدالمطلب نے کی۔ چناں چہ آپ کی خادمہ ام ایمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ ابوا سے لے کر واپس مکے آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے دادا جناب عبدالمطلب کے سپرد کر دیا۔

جناب عبدالمطلب کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے اور کسی وقت جدا نہ کرتے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عبدالمطلب کے لیے خانہ کعبہ کے سائے میں ایک فرش بچھایا جاتا تھا اور ان کے آنے سے پہلے کوئی شخص اس پر بیٹھنے کی جرات نہیں کرتا تھا۔ ان کی اولاد بھی اس کے اردگرد بیٹھتی تھی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آ کر بلاتکلف اس فرش پر بیٹھ جاتے، آپ کے چچا جب آپ کو وہاں سے ہٹانا چاہتے تو عبدالمطلب

---

= رضی اللہ عنہا۔ کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز ۲۰۱۳ء

۱۔ ابن ہشام (۲۱۳ھ)، السیرۃ النبویۃ، دار المعرفہ، بیروت ۱۹۷۸ء: ج۱،ص ۱۸۵

۲۔ ابن سعد، الطبقات: ج۱،ص ۹۴۔ ابن سید الناس، ابوالفتح محمد بن محمد، عیون الاثر، مکتبۃ دار التراث، مدینہ منورہ ۱۹۹۲ء: ج۱،ص۹۹۔

ان کو دیکھ کر کہتے کہ میرے بیٹے کو چھوڑ دو، خدا کی قسم اس کی ایک خاص شان ہوگی، پھر وہ آپ کو بلا کر اپنے قریب بٹھاتے اور آپ کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ پھیرتے اور آپ کو دیکھ کر خوش ہوتے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے بل کہ فرماتے کہ میرے بیٹے کو لاؤ، پھر آپ کو لایا جاتا تب عبدالمطلب کھانا کھاتے۔(۱)

## ۱۷۔ پہلا تجارتی سفر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جد محترم حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد اپنے چچا جناب ابوطالب کی کفالت میں آگئے تھے۔ ابوطالب بھی قریش کے دوسرے لوگوں کی طرح تجارت کی غرض سے سال میں ایک مرتبہ اکثر شام جایا کرتے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر تقریباً بارہ سال تھی۔ ابوطالب نے حسب دستور شام کے سفر کا ارادہ کیا۔ وہ راستے کی تکلیف کے خیال سے آپ کو ساتھ لے جانا نہیں چاہتے تھے، مگر عین روانگی کے وقت آپ کے چہرے پر حزن وملال کے آثار دیکھ کر انہوں نے آپ کو ساتھ لے لیا۔ یہ رسول اللہ کا پہلا تجارتی سفر تھا، یا یوں کہہ لیجیے کہ کسی تجارتی قافلے کے آپ پہلی بار حصہ بنے۔ یہ تجارتی قافلہ شام کے شہر بصری سے باہر ایک عیسائی راہب کی خانقاہ کے قریب اترا۔ اس عیسائی راہب کا اصل نام جرجیس تھا اور وہ بحیرا کے نام سے مشہور تھا۔ نبی آخرالزماں کی جو علامتیں آسمانی کتابوں میں مذکور تھیں یہ ان سے خوب واقف تھا چناں چہ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کے بارے میں آسمانی کتابوں میں خبر دی گئی ہے۔(۲)

بحیرا راہب کی ملاقات کے حوالے سے مختلف باتیں کی جاتی ہیں۔ مستشرقین نے اس روایت کو خوب استعمال کیا، اور اس کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس راہب سے جو کچھ اس ملاقات میں سیکھا وہی بعد میں دہرانا شروع کر دیا۔ یہ

---

۱۔ طبقات: ج۱ص۹۰۔ ابن ہشام: ج۱ص۱۹۰

۲۔ ابن ہشام: ج۱ص۲۰۵۔

بات جس قدر بے وزن ہے، اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، لیکن بعض محققین سیرت نے اس پر نقد کیا ہے، اور اس واقعے کی صحت پر سوالات اٹھائے ہیں۔ (۱) لیکن اولیات سیرت کے اس سلسلے پر ان سوالات سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ بہ ہر کیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر ثابت ہے۔

## ۱۸۔ سب سے پہلی لڑائی۔ حربِ فجار میں شرکت

بعثت نبوی سے پہلے عربوں میں خانہ جنگیوں اور لڑائیوں کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ ان لڑائیوں میں سے ایک لڑائی حرب فجار (گناہ کی لڑائی) کے نام سے مشہور ہے، کیوں کہ یہ لڑائی حرمت والے مہینوں میں قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان لڑی گئی۔ اس لڑائی میں پہلے تو قبیلہ قیس والے قریش پر غالب آئے، پھر بعد میں قریش قبیلہ قیس پر غالب آ گئے۔ بالآخر صلح پر اس جنگ کا خاتمہ ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے بعض چچا وغیرہ کے اصرار پر اس میں شریک ہوئے۔ مگر آپ نے جنگ میں عملاً حصہ نہیں لیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۴ یا ۱۵ سال تھی۔ (۲)

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی پہلی بار کسی جنگ میں شرکت تھی۔

## ۱۹۔ پہلا معاہدہ۔ حلف الفضول

حرب فجار کے بعد مکے میں رہنے والے بعض دردمند اور سمجھ دار افراد کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جس طرح گزشتہ زمانے میں قتل و غارت گری سے بچنے کے لیے فضل بن فضالہ فضل بن وداعہ اور فضیل بن حارث نے حلف الفضول کے نام سے ایک معاہدہ مرتب کیا تھا، اسی طرح کا ایک معاہدہ اب کیا جائے، چناں چہ اسی مناسبت سے اس معاہدے کو حلف الفضول کا نام دیا گیا۔

یہ لڑائی شوال میں ختم ہوئی اور ذیقعدہ میں حلف الفضول کے لیے بات چیت شروع ہوئی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ سب سے پہلے زبیر بن عبدالمطلب اس معاہدے اور حلف کے

---

۱۔ ملاحظہ کیجیے: سید فضل الرحمٰن، ہادی اعظم، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی ۲۰۱۴ء: ج ۱، ص ۲۲۱

۲۔ ابن ہشام: ج ۱، ص ۲۰۹۔

محرک ہوئے۔ چناں چہ بنو ہاشم اور بنی تیم، عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہوئے جو نہایت مہمان نواز اور حضرت عائشہؓ کے چچا زاد بھائی تھے۔ اس وقت سب نے مظلوم کی حمایت و اعانت کا عہد کیا، خواہ وہ اپنا ہو یا پرایا، دیسی ہو یا پردیسی، حتی الامکان اس کی مدد و اعانت سے دریغ نہ کریں گے۔

بعد کے زمانے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ اس معاہدے کے وقت میں بھی عبداللہ بن جدعان کے مکان میں موجود تھا۔ اس معاہدے کے مقابلے میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی دیے جاتے تو ہرگز پسند نہ کرتا اور اگر اب زمانۂ اسلام میں بھی اس قسم کے معاہدے کی طرف بلایا جاؤں تو اس کی شرکت کو قبول کرلوں گا۔ (۱)

یوں حلف الفضول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کا پہلا معاہدہ تھا۔

## ۲۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا فیصلہ

بیت اللہ کی اصل اور پہلی تعمیر تو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی یادگار ہے۔ بیت اللہ کی عمارت وادئ مکہ کے نشیب میں واقع ہے۔ اس وقت یہ صرف قدِ آدم اونچی تھی، اور اس کی دیواروں پر چھت نہ تھی۔ بارش کے زمانے میں پانی حرم میں داخل ہوکر عمارت کو نقصان پہنچاتا رہتا تھا۔ جس وجہ سے ایک طویل مدت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوجوانی کے ایام میں اس کی دیواروں میں بعض جگہ شگاف پڑ گئے تھے، اس لیے قریش کو اس کی ازسرِنو تعمیر کا خیال پیدا ہوا۔ اسی اثنا میں قریش کو خبر ملی کہ ایک تجارتی جہاز جدے کی بندرگاہ سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا ہے، ولید بن مغیرہ مکے کا ایک معروف سردار تھا، وہ یہ اطلاع ملتے ہی جدے پہنچا اور اس جہاز کے تختے خانہ کعبہ کی چھت کے لیے لے آیا۔ اس جہاز میں باقوم نامی ایک رومی معمار بھی تھا۔ ولید نے اس معمار کو بھی تعمیر کعبہ میں مدد کی غرض سے ساتھ لے لیا۔

جب قریش کے مختلف قبیلوں نے عمارت کے حصے آپس میں تقسیم کرکے تعمیر کا کام شروع

---

۱۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی، الروض الانف، دارالمعرفۃ، بیروت ۱۹۷۸ء: ج ۱، ص ۱۵۵۔ عیون الاثر: ج ۱، ص ۱۱۳۔

کرنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ کے ماموں (۱) ابو وہب بن عمرو مخزومی نے قریش کو مخاطب کر کے کہا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں جو کچھ بھی خرچ کیا جائے وہ حلال کمائی سے ہونا چاہیے، زنا، چوری اور سود وغیرہ کا پیسہ اس میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو پسند کرتا ہے، اس گھر میں صرف حلال و پاک پیسہ لگاؤ۔ چناں چہ اس پر سب نے اتفاق کر لیا۔ پھر سب مل کر عمارت کو منہدم کرنے لگے اور اتنی گہرائی تک کھودا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ بنیادیں نمودار ہو گئیں۔ پھر اہل مکہ نے ان ہی بنیادوں پر بیت اللہ کی تعمیر شروع کر دی۔ تمام قریش پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور تعمیر میں شریک ہوتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ بھی تعمیر کرنے والوں میں شامل تھے اور دوش مبارک پر پتھر اٹھا کر لاتے، یہاں تک کے شانے مبارک چھل گئے۔ اس وقت صحیح روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۳۵ برس تھی۔

تعمیر کعبہ کا سلسلہ مکمل ہوا تو حجرِ اسود کی تنصیب کا مرحلہ درپیش ہوا۔ ہر شخص اپنے ہاتھ سے اس خدمت کو سرانجام دینا چاہتا تھا۔ اس پر سخت اختلاف پیدا ہوا، تلواریں کھنچ گئیں اور اہل مکہ کے تمام قبائل باہم قتال پر آمادہ ہو گئے۔ چار روز اسی طرح گزر گئے اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ پانچویں دن قریش کے سب سے زیادہ معمر فرد ابو امیہ بن مغیرہ نے یہ رائے دی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے حرم میں آئے، اسی کو اپنا ثالث بنا کر اس سے فیصلہ کرالو۔ اس رائے سے سب

---

ا۔ جناب زبیر بن عبد المطلب جناب ابو طالب کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا تھے، یہ عبداللہ اور ابو طالب دونوں سے بڑے تھے۔ بعض روایات کے مطابق جناب عبد المطلب کی وفات کے بعد کچھ عرصے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جناب زبیر کی کفالت میں رہے تھے۔ جناب زبیر کے ہم راہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا سفر بھی کیا تھا، آپ کی اولاد میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں، بیٹے حضرت عبد اللہ بن زبیر بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہیں، یہ اسلام لائے، حضرت ابو بکر صدیق کے دور خلافت میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے۔ بیٹیوں میں ایک ضباعہ بنت زبیر ہیں، یہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، دوسری ام حکیم بنت زبیر ہیں، یہ ربیعہ بن حارث کے نکاح میں تھیں۔ (ملاحظہ فرمایئے: بلاذری م ۲۹۷ھ، انساب الاشراف، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۶، ج:۱، ص: ۸۵۔ شامی، سبل الہدیٰ والرشاد، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۳، ج:۲، ص ۱۳۹)

ہی نے اتفاق کیا۔ چناں چہ دوسرے روز صبح کے وقت تمام لوگ حرم میں پہنچے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے وہاں تشریف فرما ہیں۔ آپ کو دیکھتے ہی سب نے بے ساختہ کہا یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، یہ تو امین ہیں ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔

یہ موقع تن تنہا اس فضیلت سے فیض یاب ہونے کا تھا، لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امر گوارا نہ کیا کہ آپ اس شرف سے تنہا بہرہ ور ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چادر منگوائی اور حجرِ اسود کو اپنے دست مبارک سے اس میں رکھ کر فرمایا کہ ہر قبیلے کا سردار اس چادر کو تھام لے، تاکہ اس شرف سے کوئی قبیلہ محروم نہ رہے۔ آپ کے اس فیصلے کو سب نے پسند کیا اور سب نے مل کر چادر اوپر اٹھائی اور اسی طرح اٹھائے ہوئے اس مقام تک لائے، جہاں حجر اسود کو نصب کرنا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نصب فرما دیا۔ اس طرح آپ کے حسن تدبیر سے ایک بہت بڑی متوقع خوں ریزی ہوتے ہوتے رک گئی۔ (۱)

## ۲۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا نکاح

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا نکاح حضرت خدیجہ سے ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے قبل حضرت خدیجہ کا مال تجارت لے کر شام کا سفر کر چکے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنے غلام میسرہ کی زبانی نسطورا راہب کی گفت گو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر کے حالات وغیرہ سن کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کیے۔ ورقہ نے تمام گفت گو سن کر کہا کہ خدیجہ اگر یہ واقعات سچے ہیں تو پھر یقیناً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے نبی ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ امت میں ایک نبی ہونے والے ہیں؛ جن کا ہمیں انتظار ہے اور ان کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ یہ باتیں سن کر حضرت خدیجہؓ کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کا شوق پیدا ہوا۔ چناں چہ شام کے سفر سے واپسی کے دو مہینے اور پچیس روز بعد خود حضرت خدیجہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کا پیغام دیا۔ آپ نے اپنے چچا کے مشورے سے اس کو قبول فرما لیا۔ مقررہ تاریخ پر آپ اپنے

---

۱۔ ابن اسحاق، محمد بن اسحاق، السیرۃ النبویۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت: ص ۱۵۰۔ عیون الاثر: ج ۱، ص ۱۲۱۔ ابن کثیر، عماد الدین ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، دار احیاء التراث العربی: ج ۱، ص ۲۷۰

چچا ابو طالب اور حضرت حمزہؓ اور خاندان کے دیگر افراد کے ہم راہ حضرت خدیجہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ نکاح کے وقت ابو طالب نے نہایت بلیغ خطبہ پڑھا۔(۱)

حمد و ثنا اس خدائے برتر کی جس نے ہمیں ابراہیم (علیہ السلام) اور اس کے فرزند اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں بنایا۔ ہمیں معد و مضر کی پاک اصل سے پیدا کیا، اپنے گھر کا نگہبان اور اپنے حرم کا پیشوا بنایا۔ ہمیں ایسا گھر عطا فرمایا کہ اطراف و جوانب سے لوگ اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ ایسا حرم عنایت فرمایا کہ جو شخص اس میں آ جائے وہ امان میں ہو جاتا ہے اور ہمیں لوگوں پر حکم مقرر کیا۔

اما بعد! یہ میرے بھائی کا بیٹا محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے، یہ ایسا جوان ہے کہ شرافت و بزرگی اور فضیلت و عقل کے اعتبار سے قریش کا کوئی بھی جوان اس کی برابری نہیں کرسکتا، اگر چہ مال میں یہ کم ہے۔ مگر مال ایک ڈھلتی چھاؤں ہے، یہی ایک بات حائل ہے، اور ایک واپس کی جانے والی چیز ہے۔ خدا کی قسم آنے والے وقت میں اس (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان عظیم اور مرتبہ بلند ہوگا، انہوں نے خدیجہؓ کی شرافت کی بنا پر ان میں رغبت رکھتے ہوئے ان سے نکاح کی خواہش کی ہے۔ اور ان کا مہر بارہ اوقیہ چاندی اور بیس درہم مقرر کیا ہے۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اس طرح کل مہر پانچ سو درہم ہوا۔(۲)

اس وقت کے رواج کے مطابق ابو طالب کے بعد ورقہ بن نوفل نے بھی خطبہ پڑھا۔ انہوں نے کہا:

حمد و ثنا اسی خدائے برتر کی جس نے ہمیں ویسا ہی بنایا جیسا کہ ابو طالب نے بیان کیا اور ہمیں وہ تمام فضیلتیں عطا فرمائیں جن کا انہوں نے ذکر کیا۔ ہم لوگ تمام عربوں میں سب سے بہتر اور ان کے پیشوا ہیں اور آپ لوگ تمام فضائل کے

---

۱۔ سیرت ابن کثیر: ج ۱، ص ۲۶۲

۲۔ حلبی علی بن برہان الدین، انسان العیون (سیرت حلبیہ)، دار المعرفۃ، بیروت: ج ۱، ص ۲۲۶

اہل ہیں۔ کوئی جماعت آپ کے فضائل کا انکار نہیں کرسکتی اور کوئی شخص آپ کے فخر وشرف کا منکر نہیں ہوسکتا اور بے شک ہم لوگوں نے نہایت رغبت سے آپ کے ساتھ شامل ہونے اور ملنے کو پسند کیا۔ پس اے قریش! گواہ رہو کہ میں نے خدیجہؓ بنت خویلد کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ کی زوجیت میں دے دیا۔(۱)

نکاح کے وقت مشہور اور معتبر قول کے مطابق آپ ﷺ کی عمر ۲۶ برس اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۴۰ برس تھی، آپ ﷺ کا یہ پہلا نکاح تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تیسرا۔(۲)

## ۲۲۔سب سے پہلا مہر، جو آپ ﷺ نے ادا کیا

اپنے پہلے نکاح کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو بیس جوان اونٹ مہر میں دیے تھے، مدارج النبوۃ میں ۴۰۰ مثقال سونے کا ذکر ہے، حلبی نے ۵۰۰ درھم کا ذکر کیا ہے۔ زرقانی میں بھی ۵ سو درھم ہی کا قول مذکور ہے۔(۳)

آپ ﷺ کی جانب سے دیا جانے والا یہ پہلا مہر تھا۔

## ۲۳۔سب سے پہلے صاحب زادے۔حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

رسول اکرم ﷺ کے سب سے بڑے صاحب زادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ تھے حضرت قاسم نے بعثت سے پہلے ہی وفات پائی، جب کہ مجاہدؒ کے قول کے مطابق ان کی عمر سات دن تھی، اور زہریؒ اور جبیر ابن مطعمؓ کے بہ قول دو سال اور قتادہؒ کے بیان کے مطابق چلنے لگے تھے۔(۴)

---

۱۔ ایضاً: ص ۲۲۷

۲۔ عیون الاثر: ج۱، ص ۱۱۵۔ زرقانی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی، زرقانی علی مواہب اللدنیۃ، دار المعرفۃ، بیروت ۱۹۹۳ء:: ج۱، ص ۱۹۹

۳۔ ابن ہشام: ج۱، ص ۲۱۴۔ زرقانی: ج۱، ص ۲۰۲

۴۔ سیرت ابن کثیر: ج ۴، ص ۶۰۹۔ شامی: ج ۱۱، ص ۱۹

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابو القاسم ان ہی کے نام سے ہے، اور صحابہ کرامؓ اکثر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی کنیت سے پکارتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی وقت میں آپ کا اسم گرامی محمد اور یہ کنیت ابوالقاسم رکھنے سے منع فرمایا تھا، تاکہ کسی قسم کا اشتباہ پیدا نہیں ہو سکے۔ حضرت قاسم حضرت خدیجہ سے تھے۔ حضرت قاسم نہ صرف نرینہ اولاد میں سب سے بڑے ہیں، بل کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی اولاد بھی ہیں۔(۱)

جب کہ بعض روایات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے صاحب زادے کا نام عبداللہ بیان ہوا ہے، چناں چہ ابن عباس اور دیگر کئی ایک راویوں کی روایت بیان کرتے ہوئے ابو ہلال العسکری کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سب سے پہلے عبداللہ ہیں، پھر زینب، پھر قاسم، پھر طاہر، پھر مطہر، پھر رقیہ، پھر ام کلثوم، پھر طیب، پھر مطیب، پھر فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔(۲) لیکن زیادہ مشہور اور قرین قیاس روایت پہلی یعنی حضرت قاسم کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم سے بھی اس کی ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

## ۲۴۔ سب سے پہلی صاحب زادی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

سیرت نگاروں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت زینبؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لڑکیوں میں سب سے بڑی ہیں۔ حضرت زینب بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں۔ اس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۳۰ سال تھی۔ ہجرت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل وعیال مکے ہی میں رہ گئے تھے۔ ان میں حضرت زینب بھی تھیں۔ ان کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع بن لقیط سے ہوئی۔ ابوالعاص غزوۂ بدر میں گرفتار ہو گئے تھے۔ رہائی کے وقت ان سے وعدہ لیا گیا تھا کہ وہ مکے جا کر حضرت زینب کو بھیج دیں گے۔ چناں چہ ابو العاص نے مکہ جا کر ان کو اپنے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینے بھیج دیا۔(۳)

اس کے بعد ابوالعاص تو مکہ میں رہے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینے میں قیام

---

۱۔ زرقانی: ج ۳، ص ۱۵۱

۲۔ ابوالہلال العسکری: الاوائل: ص ۱۱۶

۳۔ ابن ہشام: ج ۳، ص ۵۹

پذیر رہیں۔ فتح مکہ سے قبل وہ مسلمان ہوئے اور حضور ﷺ نے حضرت زینب کا ان سے پہلا نکاح بہ حال کر دیا۔(۱)

ابوالعاصؓ نے حضرت زینبؓ کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا، جس کی آپ ﷺ نے تعریف کی۔ حضرت زینبؓ نے ۸ھ میں وفات پائی۔ ام ایمن حضرت سودہ بنت زمعہؓ اور ام سلمہؓ نے غسل دیا۔ آں حضرت ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر آپ ﷺ اور ابوالعاصؓ نے قبر میں اتارا۔

وفات کے وقت حضرت زینبؓ کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھیں۔ بیٹے کا نام علی تھا۔ ان کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ بچپن میں وفات پائی اور ایک روایت میں ہے کہ سن تمیز کو پہنچ کر اپنے والد ابوالعاص کی زندگی ہی میں انتقال کیا۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ انہوں نے جنگ یرموک میں شہادت پائی۔(۲)

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی کا نام امامہؓ تھا۔ آں حضرت ﷺ کو اس سے بہت محبت تھی۔ بعض اوقات امامہ نماز میں آپ ﷺ کے دوش مبارک پر سوار ہو جاتی تھیں، تو آپ ﷺ ان کو آہستہ آہستہ اتار دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے آں حضرت ﷺ کے پاس ہدیے میں کچھ چیزیں بھیجیں جن میں ایک زرین ہار بھی تھا۔ اس وقت تمام ازواج مطہرات جمع تھیں اور امامہؓ گھر کے ایک گوشے میں کھیل رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہار میں اپنے محبوب ترین اہل کو دوں گا۔ ازواج مطہرات نے سمجھا کہ آپ ﷺ یہ ہار حضرت عائشہؓ کو عطا فرمائیں گے۔ مگر آپ ﷺ نے امامہؓ کو بلا کر وہ ہار خود اپنے دست مبارک سے ان کے گلے میں ڈال دیا۔(۳)

## ۲۵۔ پہلی وحی

جب نبوت کا زمانہ قریب آیا تو آپ ﷺ کو رویائے صادقہ یعنی سچے اور صحیح خواب

---

۱۔ ابن ہشام: ج ۳، ص ۵۹۔۶۰

۲۔ شامی: ج ۱۱، ص ۳۱

۳۔ زرقانی: ج ۳، ص ۱۹۷

دکھائی دینے لگے۔ یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی وحی رویائے صادقہ کی صورت میں ہے۔ چناں چہ علقمہ بن قیس سے روایت ہے کہ اوّل انبیا علیہم السلام کو خواب دکھائے جاتے ہیں، یہاں تک کہ سچے خوابوں سے ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں، تو حالت بیداری میں ان پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رویائے صالحہ نبوت کا ایک جز ہے۔ ایک اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رویائے صالحہ کو نبوت کا چھبیسواں حصہ بتایا ہے اور ایک دوسری حدیث میں چالیسواں حصہ کہا گیا ہے۔ انبیا علیہم السلام کے خواب ہمیشہ سچے ہوتے ہیں۔ ان میں جھوٹ کا امکان بھی نہیں ہوتا۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا، اور پہلی وحی ان سچے خوابوں کی شکل میں آئی، بعد میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا۔

## ۲۶۔ پہلی وحی متلو، یا پہلی وحی قرآنی

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چالیس برس ہوئی تو ایک روز غار حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کے دوران جسے تحنث کہا گیا ہے، ایک فرشتے (جبریل امین) نے غار کے اندر آ کو آپ سے کہا ''پڑھیے'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں پڑھ نہیں سکتا۔ آپ نے بیان فرمایا کہ اس پر اس فرشتے نے مجھے دبوچ کر اس زور سے بھینچا کہ مجھے اس سے تکلیف محسوس ہونے لگی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیے۔ میں نے دوبارہ کہا کہ میں پڑھ نہیں سکتا۔ یہ سن کر اس نے مجھے پھر زور سے بھینچا یہاں تک کہ میری قوت برداشت جواب دینے لگی تو اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیے، میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھ نہیں سکتا اس پر اس نے تیسری مرتبہ مجھے آغوش میں لے کر خوب بھینچا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا!

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝٥ (۱)

اپنے پروردگار کے نام سے پڑھیے جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی اور

---

۱۔ العلق: ۱ تا ۵

انسان کو سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

یہ پہلی قرآنی وحی یا پہلی وحی متلو تھی۔ کیوں کہ محض وحی کے اعتبار سے اولیت تو رویائے صادقہ یعنی سچے خوابوں کو حاصل ہے۔ جن کا ذکر اس سے قبل گزر چکا ہے۔

## ۲۷۔ نبوت کی سب سے پہلی اطلاع

وحی اول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے تو آپ کا دل ایک بوجھ محسوس کر رہا تھا اور آپ کو سردی کا احساس ہو رہا تھا، اس لیے آتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا۔ ''مجھے اوڑھاؤ مجھے اڑھاؤ'' کچھ دیر کے بعد جب طبیعت پرسکون ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام واقعہ حضرت خدیجہؓ سے بیان کیا اور فرمایا کہ اس سے مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہوا۔ (۱)

یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کی اطلاع سب سے پہلے اپنی زوجۂ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو دی چناں چہ نبوت کی سب سے پہلے اطلاع پانے والی شخصیت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

## ۲۸۔ سب سے پہلے اسلام لانے والا فرد

نبوت کے آغاز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے اسلام لانے والی بھی حضرت خدیجہؓ ہیں۔ وحی اول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے تو آپ نے ان سے اپنی کیفیت بیان کی۔

حضرت خدیجہؓ نے تمام واقعہ سننے کے بعد کہا:

خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی رنج نہ دے گا، آپ تو امانت ادا کرتے ہیں، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، آپ ناداروں کے لیے کماتے ہیں، آپ مہمان نوازی کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

۱۔ فضل الرحمٰن، سید: ہادیٔ اعظم: ج ۱ ص ۲۴۳

لوگوں کی ان حوادث پر مدد کرتے ہیں جو حق ہوتے ہیں۔ (۱)

یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والی اور آپ کی نبوت پر اعتماد کا اظہار کرنے والی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

## ۲۹۔ سب سے پہلے اسلام لانے والا مرد

پہلی وحی کے بعد دوسرے دن حضرت علیؓ جو کافی عرصے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر تربیت تھے، دس سال کی عمر میں اسلام لائے اور آپ کے ہم راہ نماز پڑھی۔ یہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے قرار دیے جا سکتے ہیں، اگر ورقہ بن نوفل کا ذکر نہ کیا جائے، جب کہ ہمارا رجحان یہ ہے کہ چوں کہ ورقہ بن نوفل کی گفت گو سے ان کے ایمان لانے کا قیاس کیا جا سکتا ہے، اس لیے انہیں پہلا مرد شمار کیا جانا چاہیے۔ حضرت علیؓ کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ اسلام لائے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ (۲)

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے احباب کو اس نعمتِ عظیم کی طرف دعوت دی۔ سب سے پہلے آپ نے اپنے مخلص اور قدیم ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دعوت اسلام دی جو بلا تامل اور بلا تردد فوراً ایمان لے آئے۔ چناں چہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جس شخص پر بھی اسلام پیش کیا وہ اسلام سے ضرور کچھ نہ کچھ جھجکا مگر ابوبکرؓ نے اسلام قبول کرنے میں ذرا بھی توقف نہیں کیا۔

اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے اور ابراہیم نخعی، اسماء بنت ابی بکر، ابن الماجشون، اور محمد بن المنکدر وغیرہ کی بھی یہی رائے ہے۔ (۳)

اس طرح سب سے پہلے ایمان لانے والے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

---

۱۔ بخاری: ج۱، ص۶، رقم ۳

۲۔ ابن ہشام: ج۱، ص ۲۷۷، ۲۸۴، ۲۸۶۔ زرقانی: ج۱، ص ۲۳۷۔ ۲۴۰

۳۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر (م ۷۷۴ھ)، البدایۃ والنھایۃ، دار ابن کثیر، دمشق ۱۴۲۸ھ: ج۳، ص ۲۲۶

عنہ قرار پائیں گے۔

## ۳۰۔سب سے پہلے اسلام لانے والی خاتون

سب سے پہلے اسلام لانے والی خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں، جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے۔

## ۳۱۔لڑکوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو لڑکوں میں شمار کیا جائے، تو پھر لڑکوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی ہیں، رضی اللہ عنہ۔

## ۳۲۔آزاد کردہ غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے

آزاد کردہ غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

## ۳۳۔غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے

غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بالکل ابتدا ہی میں مسلمان ہو چکے تھے، آپ مشہور صحابی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن کے لقب سے معروف ہیں، آپ سابقون الاولون میں سے ہیں، آپ نے اسلام لانے کے بعد بہت سے مظالم اور تشدد کا سامنا کیا، چناں چہ ٹھیک دوپہر کے وقت جب پتھر آگ کی طرح تپنے لگتے تو امیہ حضرت بلال کو ان پر ننگا لٹا کر تپتا ہوا ایک بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھ دیتا، تا کہ یہ حرکت نہ کرسکیں۔ وہ کبھی دھوپ میں لٹا کر لاٹھیوں سے مارتا۔ کبھی گائے کی کھال میں لپیٹتا اور کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر تیز دھوپ میں بٹھا دیتا۔ جب کسی طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ متزلزل نہ ہوتے تو ان کے گلے میں رسی ڈال کر ان کو شریر لڑکوں کے حوالے کر دیتا۔ وہ ان کو شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھسیٹتے مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان سے اس وقت بھی احد احد ہی نکلتا۔

ایک روز امیہ اسی طرح حضرت بلال کو تکلیف دے رہا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا، انہوں نے اپنے ایک غلام کے بدلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کر دیا

اور انہیں اس عذاب سے نجات دلا دی۔(۱)

## ۳۴۔حنیفیوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے

وحی اول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے احساسات خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے رکھے تو انہوں نے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کا ذکر کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر ان کے پاس پہنچیں۔ ورقہ نے آپ سے تمام واقعہ سنتے ہی کہا کہ یہ وہی ناموس (فرشتہ) ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا۔ کاش میں آپ کی نبوت کے زمانے میں قوی اور توانا ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ ہوں جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعجب سے فرمایا کہ کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا۔ بلاشبہ یہ آپ کو نکال دیں گے، کیوں کہ جب بھی کوئی آدمی اس قسم کی دعوت لے کر آیا جو آپ لے کر آئے ہیں تو لوگ اس کے دشمن ہو گئے۔ اگر میں نے آپ کا وہ زمانہ پایا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرزور حمایت کروں گا۔ اس کے چند روز بعد ورقہ انتقال کر گئے۔(۲) ایک اور روایت میں ہے کہ چلتے وقت ورقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کو بوسہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر واپس آ گئے اور وحی کا آنا کچھ عرصے کے لیے رک گیا۔(۳)

اس طرح ورقہ بن نوفل حنیفیوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے فرد قرار دیے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ انہیں مردوں میں بھی سب سے پہلے اسلام لانے والا فرد شمار کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ عرض کیا گیا ہے۔

## ۳۵۔سب سے پہلی نماز

سب سے پہلی نماز کی ادائیگی وحیٔ اول قرآنی کے نزول کے فوری بعد ہی ہوئی ہے۔ حضرت جبریلؑ نے اسی روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے وضو اور نماز کا طریقہ سکھایا، اور پھر نماز ادا کی۔ چناں چہ روایت میں آتا ہے کہ جب جبریل علیہ السلام اقراء سے پانچ آیات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ زرقانی: ج ۱،ص ۲۶۷۔ سیرت ابن کثیر: ج ۱،ص ۴۳۷۔ ۴۹۳۔ اسد الغابہ: ج ۱،ص ۲۰۶

۲۔ بخاری: ج ۱،ص ۷، رقم ۳۔ مسند ابو داؤد الطیالسی: ج ۲،ص ۱۶۹

۳۔ عیون الاثر: ج ۱،ص ۱۷۲

تک پہنچا چکے تو انہوں نے آپ ﷺ کو کہا کہ اس پہاڑ (غارِ حرا) سے اتریے، آپ اتر آئے تو جبریل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پیر مارا جس سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا، اس سے جبریل نے وضو کیا اور حضور ﷺ انہیں وضو کرتے ہوئے دیکھتے رہے، پھر جبریل نے آپ ﷺ کو وضو کرنے کے لیے کہا، جب آپ ﷺ وضو سے فارغ ہوئے تو جبریل نے نماز پڑھائی اور آپ ﷺ کو اپنے ساتھ کھڑا کیا، آپ نے جبریل کے ساتھ دو رکعت کعبے کی جانب منہ کر کے ادا کیں۔ یہ وہ پہلی نماز تھی جو کرۂ ارض پر حضور ﷺ کی نبوت کے بعد ادا کی گئی۔

## ۳۶۔ سب سے پہلا وضو

جیسا کہ ذکر کیا کہ پہلی وحیٔ الٰہی کے بعد حضرت جبریل نے اسی روز حضور ﷺ کو وضو اور نماز کا طریقہ سکھایا، چناں چہ روایت میں آتا ہے کہ وحی کی آیات پہنچا دینے کے بعد انہوں نے آپ ﷺ کو کہا کہ اس پہاڑ (غارِ حرا) سے اتریے، آپ اتر آئے تو جبریل نے زمین پر اپنا پیر مارا جس سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا، اس سے جبریل نے وضو کیا اور حضور ﷺ انہیں وضو کرتے ہوئے دیکھتے رہے، پھر جبریل نے آپ ﷺ کو وضو کرنے کے لیے کہا، جب آپ ﷺ وضو سے فارغ ہوئے تو جبریلؑ نے نماز پڑھائی اور آپ ﷺ کو اپنے ساتھ کھڑا کیا۔

## ۳۷۔ آپ ﷺ کی سب سے پہلی امامت

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ نماز کی ادائیگی کے بعد آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ کے ساتھ اسی روز نماز ادا کی، جس میں آپ ﷺ نے امامت کرائی۔ یہ آپ ﷺ کی پہلی امامت تھی۔

## ۳۸۔ کسی امتی کی پہلی نماز

حضرت جبریل امین کے ساتھ نماز ادا کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انہیں اس سارے واقعے کی خبر دی، پھر آپ انہیں لے کر ایک چشمے پر آئے اور وضو کیا، تا کہ حضرت خدیجہؓ بھی آپ کو دیکھ کر وضو کا

طریقہ سیکھ لیں، پھر آپ نے حضرت خدیجہؓ کو وضو کرنے کا حکم دیا، انہوں نے جب وضو کرلیا تو آپ ﷺ نے انہیں اسی طرح نماز پڑھائی جیسے جبریل نے آپ کو پڑھائی تھی، نماز سے فارغ ہوکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔(۱)

## ۳۹۔پہلی سیرت بیان کرنے والی شخصیت

اسی موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی رفیقہ حیات ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہلی وحی کے بارے میں مطلع فرمایا تو انہوں نے آپ کی اس سے پہلے کی زندگی کا خلاصہ ان پانچ جملوں میں ذکر کیا۔انہوں نے کہا:

كلا والله ما يخزيك الله ابدا، انك لتصل الرحم، وتحمل الكل، وتكسب المعدوم، وتقری الضيف، وتعين على نوائب الحق. (۲)

خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی رنج نہ دے گا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، آپ ﷺ ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، آپ ناداروں کے لیے کماتے ہیں، آپ مہمان نوازی کرتے ہیں، آپ لوگوں کی ان حوادث پر مدد کرتے ہیں جو حق ہوتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے حوالے سے یہ سب سے ابتدائی جملے ہیں جو ہمیں ملتے ہیں اس لیے ہم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہلی سیرت نگار قرار دے سکتے ہیں۔ خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کی قبل از نبوت چالیس برس کی زندگی کا اس سے زیادہ جامع اور عمدہ خلاصہ تاریخ سیرت میں نہیں ملتا۔

## ۴۰۔پہلی منظوم مدح

رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے ابتدائی منظوم کلام جن حضرات کا ملتا ہے ان میں ورقہ

۱۔ ابن اسحاق: ص ۸۱۔ زرقانی، ج ۱، ص ۲۳۴، ۲۳۵

۲۔ بخاری: ج ۱، ص ۶، رقم ۳

بن نوفل اور آپ کے چچا محترم جناب ابو طالب سرفہرست ہیں۔ اس ضمن میں ابن ہشام نے السیرۃ النبویہ میں ایک قصیدہ ذکر کیا ہے، جس کی نسبت ورقہ بن نوفل کی طرف کی گئی ہے۔ اگر یہ قصیدہ ثابت ہے تو یہ منظوم مدح نبوی کے اعتبار سے اولین قصیدہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ قصیدہ اس طرح منقول ہے:

لججت وکنت فی الذکری لجوجاً
لھم طالما بعث النشیجا
ووصفٍ من خدیجة بعد وصفٍ
فقد طال انتظاری یا خدیجا
ببطن المکتین علی رجائی
حدیثك ان اری منه خروجاً
بما خبرتنا من قول قس!
من الرھبان اکرہ ان یعوجا
بان محمداً سیسود فینا
ویخصم من یکون له حجیجا
ویظھر فی البلاد ضیاءُ نورٍ
یقیم به البریة ان تموجا
فیلقی من یحاربه خسارا
ویلقی من یسالمه فلوجا
فیالیتی اذا ما کان ذاکم
شھدت فکنت اولھم ولوجاً
ولوجاً فی الذی کرھت قریش
ولو عجت بمکتھا عجیجا!
ارجی بالذی کرھاً جمیعاً
الی ذی العرش ان سفلوا عروجاً

وهل امر السفاله غير كفر
بمن يختار من سمك البروجا
فان يبقوا وابق تكن امور
يضج الكافرون لها ضجيجاً
وان اهلك فكل فتى سيلقى
من الاقدار متلفة خروجاً(۱)

۱۔ میں نے ایک ایسے معاملے کا طویل انتظار کیا جس نے رو رو کر، گلوگرفتہ ہو کر بیٹھ جانے والے کو بھی مستعد بنا دیا۔ سچ تو یہ ہے میں پند و موعظت کا ہمیشہ ہی منتظر رہا۔

۲۔ خدیجہؓ سے ایک کے بعد ایک وصف سنا۔ اے خدیجہؓ میرا انتظار بہت طول کھینچ گیا ہے۔

۳۔ اے خدیجہؓ مجھے امید ہے کہ تمہاری بات کا ظہور مکہ کے دونوں بطنوں کے درمیان ہوگا۔

۴۔ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ قس اور دوسرے رہبان کی جو بات تو نے مجھے بتائی ٹیڑھی یا غلط ہو جائے۔

۵۔ کیوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن قریب ہم میں سردار ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے جو شخص بھی بحث کرے گا غالب رہے گا۔

۷۔ پس جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرے گا نقصان اٹھائے گا اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے گا فتح مند ہوگا۔

۸۔ کاش! میں بھی اس وقت جب تمہارے سامنے ان واقعات کا ظہور ہوگا، حاضر رہوں (زندہ رہوں) اور اس (دین ہدایت) میں داخل ہونے والوں میں سب سے زیادہ حصہ دار بنوں۔

۹۔ میں اس دین میں داخل ہو جاؤں جس سے قریش کو کراہت ہوگی اگرچہ وہ اپنے مکہ

---

۱۔ ابن ہشام: ج ۱ ص ۲۱۷

میں بہت کچھ واویلا کریں۔

۱۰۔ جس چیز سے قریش کراہت کریں گے میں اسی چیز سے مالک عرش کی طرف سے سرفرازی کا امیدوار ہوں، جب انہیں ذلت ہوگی۔

۱۱۔ کیا اس سے انکار اور کفر سے بڑھ کر بھی کوئی ذلت ہوگی جس نے بلندی کو برجوں کے لیے منتخب کیا۔

۱۲۔ اگر وہ بھی رہیں اور میں بھی رہوں تو وہ دیکھ لیں گے کہ ایسے ایسے واقعات رونما ہوں گے جن سے کافر سخت آہ وزاری کریں گے۔

۱۳۔ اور اگر میں مرجاؤں تو ہر خوش خلق جوان مرد قضا وقدر کے فیصلوں کے بہ موجب ہلاک ہونے والا اور اس دنیا سے چلے جانا والا ہے۔

## ۴۱۔ نبوت کے بعد سب سے پہلی ملاقات

قرآنی وحی اقرا کے نزول کے بعد جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے اور اس واقعے کے بارے میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آگاہ کیا تو حضرت خدیجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ہم راہ لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ ورقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام واقعہ سنتے ہی کہا یہ وہی ناموس (فرشتہ) (۱) ہے، جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا۔ کاش میں آپ کی نبوت کے زمانے میں قوی اور توانا ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔ آپ نے تعجب سے فرمایا کہ کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا۔ بلاشبہ یہ آپ کو نکال دیں گے، کیوں کہ جب بھی کوئی آدمی اس قسم کی دعوت لے کر آیا جو آپ لے کر آئے ہیں تو لوگ اس کے دشمن ہو گئے۔ اگر میں نے آپ کا وہ زمانہ پایا تو میں آپ کی پرزور حمایت کروں گا۔ اس کے چند روز بعد ورقہ انتقال کر گئے۔ نبوت کے بعد گھر کے افراد کے علاوہ کسی بھی فرد سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی ملاقات تھی۔ (۲)

---

۱۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ نے ناموس کا ترجمہ ''قانون'' سے کیا ہے۔

۲۔ بخاری: ج ۱، ص ۷، رقم ۳۔ مسند ابوداؤد الطیالسی: ج ۲، ص ۱۶۹

## ۴۲۔ پہلے مسلمان کی وفات

اگر ورقہ بن نوفل کے اسلام کی روایت کو تسلیم کیا جائے تو وہی مسلمانوں میں سب سے پہلے وفات پانے والے بھی قرار پاتے ہیں۔ لیکن اگر یہ روایت تسلیم نہ کی جائے تو پھر حضرت سوید بن صامت رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان ٹھہرتے ہیں، جنہوں نے اہل ایمان میں سب سے پہلے وفات پائی، چناں چہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانیہ دعوت کے حکم کے بعد قبائل میں دعوت شروع کی، تب کسی وقت بنوعمرو بن عوف کے سوید بن صامت حج یا عمرے کے ارادے سے مکہ مکرمہ آئے، سوید کا لقب ان کی شرافت اور اعلیٰ نسبی کی وجہ سے ان کی قوم نے کامل رکھ دیا تھا، ان کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی، انہوں نے کہا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھی وہی کچھ ہے جو میرے پاس ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حکمت لقمان۔ آپ نے فرمایا کہ بیان کرو، انہوں نے کچھ (اشعار وغیرہ) بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اچھا کلام ہے، لیکن میرے پاس جو کچھ ہے وہ اس سے افضل ہے، میرے پاس قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے وہ ہدایت اور نور ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کی آیات تلاوت فرمائیں اور ایمان کی دعوت دی، انہوں نے کہا یہ اچھا کلام ہے، پھر وہ واپس لوٹ کر مدینے میں اپنی قوم میں آگئے، وہاں پہنچنے کے فوراً بعد ہی انہیں خزرج کے لوگوں نے قتل کر دیا، ان کی قوم کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ وہ ایمان کی حالت میں قتل ہوئے، یہ جنگِ بعاث سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (۱)

## ۴۳۔ پہلا زخمی کافر

محمد بن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورۂ مدثر کے نازل ہونے کے بعد تین سال تک لوگوں کو خاموشی کے ساتھ دعوت وتبلیغ فرماتے رہے۔ اس دوران نماز وغیرہ کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ کی وادیوں میں سے کسی کا انتخاب کیا جاتا تھا، کیوں کہ اس وقت مشرکین کے سامنے

---

۱۔ سیرت ابن کثیر: ج ۲، ص ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ شامی: ج ۲، ص ۴۵۶۔ حلبی: ج ۲، ص ۱۶۰

کھلم کھلا عبادات کی ادائیگی ممکن نہیں تھی، اسی دوران ایک روز حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ چند صحابہ کرامؓ کے ہم راہ نماز کی ادائیگی میں مشغول تھے کہ چند مشرکین ادھر آ نکلے اور مسلمانوں کو نماز میں مشغول دیکھ کر انہیں سخت سست کہنے لگے، یہاں تک کہ نوبت لڑائی تک پہنچ گئی۔ لڑائی کے دوران حضرت سعدؓ نے ایک مشرک کو اونٹ کے جبڑے کی ہڈی دے ماری، جس سے وہ زخمی ہو گیا، اس واقعے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام خفیہ طور پر عبادت کے لیے دارِ ارقم میں جمع ہونے لگے جو صفا پہاڑ پر واقع تھا، اس وقت تک مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہو چکی تھی۔ کسی بھی مسلمان کی جانب سے کسی غیر مسلم پر یہ پہلا جوابی اور دماغی حملہ تھا کہ اس وقت تک جہاد کی اجازت نہیں آئی تھی۔ (۱)

یہ پہلا موقع تھا جب مسلمانوں کے کسی دفاعی عمل سے کوئی کافر زخمی ہوا۔

## ۴۴۔ سب سے پہلا دعوتی اجتماع

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آیت: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (۲) نازل ہونے کے بعد ایک روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ایک صاع غلہ، ایک بکری کی دست اور ایک پیالہ دودھ مہیا کرو اور اس کے بعد عبدالمطلب کے تمام خاندان کو جمع کرو۔ میں نے ان چیزوں کا انتظام کر کے سب کو اطلاع دے دی۔ کم و بیش ۴۰ آدمی جمع ہو گئے، جن میں ابو طالب، حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؓ اور ابولہب بھی شامل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ بکری کی اسی ایک دست گوشت سے سب کے سب سیر ہو گئے اور کچھ بچ بھی گیا، حال آں کہ وہ کھانا صرف ایک آدمی کے لیے کافی ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد آپ نے مجھے حکم دیا کہ دودھ کا پیالہ لاؤ اور لوگوں کو پلاؤ۔ دودھ کے اسی ایک پیالے سے سب سیر ہو گئے۔ کھانے سے فراغت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ فرمانے کا ارادہ کیا تو ابولہب نے یہ کہہ کر سب کو اٹھا دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تو آج تمہارے کھانے پر جادو کر دیا ہے۔ ایسا جادو تو کبھی دیکھا ہی نہیں۔ یہ سنتے ہی سب لوگ چلے گئے اور آپ کو کچھ فرمانے کا موقع نہ ملا۔

---

۱۔ حلبی: ج ۱، ص ۴۵۶

۲۔ الشعراء: ۲۱۴

دوسرے روز پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اسی طرح کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ سب لوگ اسی طرح جمع ہو گئے۔ جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے دنیا و آخرت کی خیر وفلاح لے کر آیا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ عرب میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لیے اس سے بہتر اور افضل شے لایا ہو۔ (۱)

## ۴۵۔ سب سے پہلا معجزہ

اس پہلی دعوت کے موقع پر جو مختصر سا کھانا جو شاید دو افراد کے لیے بھی ناکافی ہوتا، چالیس افراد کے لیے کافی ہو گیا، اسے اس وقت موجود ابولہب نے بھی محسوس کیا۔ یہ نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا معجزہ تھا۔

## ۴۶۔ سب سے پہلا خطبہ

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ نبوت کے بعد بھی اور حیات طیبہ میں بھی سب سے پہلا خطبہ ہے، اسی خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

> اے بنی عبد المطلب، بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام مخلوق کی جانب (رسول بنا کر) مبعوث کیا ہے اور خاص کر تمہاری طرف بھیجا ہے، اور فرمایا ہے کہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ) میں تمہیں دو ایسے کلمات کی طرف دعوت دیتا ہوں جو زبان پر تو ہلکے ہیں، (یعنی زبان سے کہنے کے اعتبار سے) مگر میزان پر بھاری ہیں (وزن کے لحاظ سے) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، پس کون ہے جو اس معاملے میں میری دعوت قبول کرے گا؟ اور اس کام کی انجام دہی کے لیے مجھ سے تعاون کرے گا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میں یا رسول اللہ، یہ واقعہ بیان کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت سب سے کم عمر تھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال

---

۱۔ شامی: ج ۲، ص ۳۲۳۔ حلبی: ج ۱، ص ۴۶۰

پر میرے سوا سب چپ رہے۔(۱)

جب کہ صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آیت کریمہ: وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ، نازل ہونے کے بعد ایک روز آپ ﷺ نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر اہلِ قریش کو نام بہ نام پکارا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

> کہ دیکھو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے دشمن کا ایک لشکر ہے جو تم پر حملے کے لیے آ رہا ہے تو تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا ہاں، کیوں کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ بولتے دیکھا ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب میں تمہیں اللہ کے سخت عذاب سے خبردار کرتا ہوں، جو بالکل سامنے ہے۔

یہ سن کر ابولہب نے کہا کہ ہلاکت ہو تیرے لیے، کیا تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا، اس پر سورۂ لہب نازل ہوئی۔ شاید یہ دوسرا واقعہ ہے، جو دعوت والے واقعے کے بعد کسی وقت پیش آیا ہے۔(۲) اس لیے رسول اللہ ﷺ کا پہلا خطبہ وہی دعوت والا شمار ہوگا، جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم

## ۴۷۔ سب سے پہلی درس گاہ

حضرت سعد کے حوالے سے مشرکین مکہ کے ساتھ تصادم کا جو واقعہ اوپر بیان ہوا، ابن اسحاق کی روایت کے مطابق اس واقعے کے بعد آپ ﷺ اور صحابہ کرام خفیہ طور پر عبادت کے لیے دارِ ارقم میں جمع ہونے لگے جو صفا پہاڑ پر واقع تھا، اس وقت تک مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہو چکی تھی۔(۳)

یہ مسلمانوں کا پہلا مرکز اور پہلی درس گاہ ہے، جس کی نگرانی رسول اللہ ﷺ بہ نفس نفیس خود فرماتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا قیام بھی اکثر یہیں پر رہتا تھا، مکی عہد میں دوسرے کئی ایک واقعات میں بھی دارارقم کا ذکر ملتا ہے۔

---

۱۔ شامی: ج ۲، ص ۳۲۳۔ حلبی: ج ۱، ص ۴۶۰

۲۔ بخاری: ج ۳، ص ۳۳۹، رقم ۴۹۷۱۔ مسلم: ج ۳، ص ۸۱، رقم ۳۵۵

۳۔ حلبی: ج ۱، ص ۴۵۶

## ۴۸۔ حرم میں سب سے پہلی تلاوت

حرم میں سب سے پہلے بہ آواز بلند تلاوت قرآن کریم کا اعزاز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے کے حصے میں آیا، جو بالکل ابتدا میں اسلام لانے والے چند حضرات میں شامل ہیں۔ اس واقعے کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب جمع ہو کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم! قریش نے اب تک اس قرآن کو بلند آواز سے نہیں سنا۔ کون ہے جو ان کو سنائے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ میں سناؤں گا۔ صحابہ کرام نے کہا کہ ہمیں تمہارے بارے میں کفار کی طرف سے اندیشہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں ہے کہ ایسا شخص ہو کہ اگر وہ اس کو نقصان پہنچائیں تو اس کے خاندان والے اس کی حفاظت کریں۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ مجھے جانے دو اللہ تعالیٰ میری حفاظت فرمائے گا۔

چناں چہ اگلے روز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دن کے وقت مقام ابراہیم پر آئے، اس وقت قریش کے لوگ اپنی مجلس میں موجود تھے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہو کر بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلرَّحۡمٰنُ ۙ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ (۱)

قریش ان کی قرات کی طرف متوجہ ہوئے اور کچھ تامل کے بعد کہنے لگے ام عبد کا بیٹا کیا کہتا ہے؟ پھر وہ کہنے لگے کہ یقیناً یہ اس میں سے کچھ تلاوت کر رہا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے چہرے پر مارنا شروع کیا، جب کہ وہ مسلسل قرات کرتے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے جتنا پڑھنا چاہا پڑھا۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف واپس آئے تو ان کا چہرہ (مار سے) شدید متاثر تھا۔ صحابہ کرام نے کہا کہ ہمیں اسی کا اندیشہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ اللہ کے دشمن مجھے اس سے زیادہ ہلکے کبھی محسوس نہیں ہوئے۔ اگر تم چاہو تو یہ عمل میں کل پھر دہرا سکتا ہوں۔ صحابہ نے کہا کہ یہی کافی ہے، انہوں نے قرآن سنا تو سہی، جسے وہ ناپسند کرتے ہیں۔ (۲)

---

۱۔ الرحمٰن:۱

۲۔ ابن اسحاق: ص ۲۲۵

## ۴۹۔ اسلام کا پہلا شہید

حارث بن ابی ہالہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر کے بیٹے اور ہند بن ابی ہالہ کے بھائی تھے، ابن الکلبی اور ابن حزم کے مطابق وہ اللہ کے راستے میں شہادت کا شرف حاصل کرنے والے پہلے شخص ہیں، جو حرم کعبہ میں رکن یمانی کے پاس شہید ہوئے۔

اسلام کی ابتدا میں جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسلام کی کھلم کھلا تبلیغ کا حکم دیا تو ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں کھڑے ہوئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے، یہ سن کر مشرکین مکہ آپ پر حملہ آور ہوئے، یہ دیکھ کر حارث ابن ابی ہالہ آپ کو بچانے کے لیے آگے بڑھے تو کفار نے انہیں گھیر لیا اور بالآخر وہ شہید ہو گئے، اس وقت مسلمانوں کی تعداد چالیس کے قریب تھی۔ (۱)

حارث بن ابی ہالہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر سے صاحب زادے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ربیب یعنی آپ کی پرورش میں تھے۔ اس طرح اسلام کے راستے میں پہلی جانی قربانی کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے گھر سے ہے۔

## ۵۰۔ اسلام کی پہلی خاتون شہید

حضرت سمیہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی والدہ تھیں اور ضعیف خاتون تھیں، وہ ابتدا ہی میں مسلمان ہو گئی تھیں اور وہ ابتدائی سات مسلمانوں میں شامل ہیں، انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ اسلام کی پہلی خاتون شہید ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابو جہل نے چھوٹا نیزہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی ران میں مارا جو شرم گاہ کے آر پار ہو گیا، جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گئیں۔ (۲)

## ۵۱۔ کسی صحابی کی پہلی دعوتی تقریر

---

۱۔ ابن حجر العسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، مکتبہ تجاریہ الکبریٰ، مصر ۱۹۳۹ء: ج ۲، ص ۲۹۲

۲۔ زرقانی: ج ۱، ص ۲۶۶

اسلام کی تاریخ میں پہلی شخصیت، جنہوں نے صحابہ میں سے حرم مکی میں پہلی دعوتی تقریر کا شرف حاصل کیا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ چناں چہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ابتدائی زمانے میں دعوت وتبلیغ کے ذریعے مسلمانوں کی تعداد اڑتیس تک پہنچ گئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کھل کر تبلیغ کا سلسلہ شروع کرنے پر اصرار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ ابھی ہماری تعداد تھوڑی ہے۔ لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلسل اصرار کرتے رہے، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہر ہونے کا فیصلہ کرلیا، چناں چہ مسلمان مسجد حرام کی تمام جانب پھیل گئے، ان میں سے ہر شخص اپنے اپنے قبیلے میں تھا، (۱) پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے پاس تشریف فرما تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے خطیب ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی، یہ دیکھ کر مشرکین نے حضرت ابوبکرؓ اور دیگر مسلمانوں پر حملہ کر دیا، اور انہیں مسجد الحرام میں بری طرح مارا پیٹا، خاص کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو انہوں نے بہت مارا اور انہیں پاؤں تلے روندا، خصوصاً عتبہ بن ربیعہ نے ان پر بہت تشدد کیا، وہ آپؓ کو تسمے دار جوتوں سے مارتا رہا، اور ان کے پیٹ پر چڑھ گیا، یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ کا چہرہ اور ناک (کثرت سے خون بہہ جانے کی بنا پر) پہچانی نہیں جاتی تھی، پھر بنو تیم (ابوبکرؓ کا قبیلہ) نے آکر ان کا دفاع کیا، یوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ان مشرکین سے جان چھوٹی، پھر بنو تیم حضرت ابوبکرؓ کو اٹھا کر ان کے گھر لے آئے۔

اس وقت ابوبکرؓ کی یہ حالت تھی کہ لوگوں کو ان کی موت کے بارے میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا، یہ صورت حال دیکھ کر بنو تیم نے واپس مسجد الحرام میں آکر اعلان کیا کہ اگر ابوبکرؓ وفات پا گئے تو ہم عتبہ بن ربیعہ کو قتل کر دیں گے، پھر وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، حضرت

---

۱۔ قریش خانہ کعبہ کے صحن میں اپنی مجلسیں لگاتے تھے، ہر شاخ نے اپنے لیے ایک جگہ خاص کر رکھی تھی اور وہاں حلقہ بنا کر بیٹھتے تھے، قبیلے کے سب لوگ اسی حلقے میں ہوتے، ایک قبیلے کا فرد بلاضرورت دوسرے قبیلے کے حلقے میں نہیں جاتا تھا، چنانچہ اس موقع پر بھی سب قبائل اپنی جگہ پر حلقہ جمائے بیٹھے تھے اور صحابہ کرام بھی اپنے قبیلے کے مجمعے میں تھے

ابو بکرؓ کے والد ابو قحافہؓ اور بنو تیم کے لوگ مسلسل ان سے بات چیت کی کوشش کرتے رہے، مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ شام کے قریب گفت گو کے قابل ہوئے، اور کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے؟ یہ سن کر لوگ آپ کو ملامت کرنے لگے، لیکن حضرت ابو بکرؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پوچھتے رہے، ان کی والدہ کہنے لگیں کہ مجھے تمہارے ساتھی کے بارے میں کچھ علم نہیں، ابو بکرؓ نے کہا کہ آپ امِ جمیل بنتِ خطابؓ کے پاس جایئے اور ان سے پوچھ کر بتایئے، (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن، جو اس وقت مسلمان ہو چکی تھیں) چناں چہ حضرت ابو بکرؓ کی والدہ امِ جمیلؓ کے پاس گئیں اور کہا کہ ابو بکرؓ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال پوچھ رہا ہے۔ امِ جمیل کہنے لگیں کہ میں نہ تو ابو بکرؓ کو جانتی ہوں نہ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو، ہاں اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے کے پاس چلی چلتی ہوں، انہوں نے کہا ٹھیک ہے، پس وہ حضرت ابو بکرؓ کی والدہ کے ہم راہ ان کے پاس آئیں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تکلیف کی وجہ سے لیٹے ہوئے پایا، یہ حال دیکھ کر وہ غضب ناک ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ جن لوگوں نے آپؓ کے ساتھ یہ سلوک کیا وہ فاسق و فاجر ہیں، اور مجھے یقین ہے کہ اللہ آپؓ کی طرف سے ان سے انتقام لے گا، پھر حضرت ابو بکرؓ نے ان سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے؟ امِ جمیلؓ کہنے لگیں کہ آپؓ کی والدہ سن رہی ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان سے تمہیں کوئی اندیشہ نہیں، امِ جمیلؓ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیریت سے ہیں۔ انہوں نے پھر پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ امِ جمیلؓ نے بتایا کہ وہ دارِ ارقم میں ہیں، پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہو جاؤں گا، اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔

انہوں نے پھر کچھ دیر وہیں پر توقف کیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ کے پیر میں کچھ آرام ہوا اور لوگ بھی پر سکون ہو گئے تو وہ نکلے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھتے ہی ان پر جھک گئے اور انہیں بوسہ دیا، دیگر مسلمان بھی ان پر جھک گئے، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی یہ حالت دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہو گئی، یہ دیکھ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ" میرے ماں باپ آپ پہ قربان ہوں مجھے کوئی فکر نہیں، بس انہوں نے میرا چہرہ زخمی کر دیا ہے۔ یہ میری والدہ ہیں جو اپنے بیٹے

کے ساتھ حسنِ سلوک کرتی ہیں، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، شاید اللہ تعالیٰ انہیں آپ کے ذریعے آگ سے بچالے"۔ چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی اور وہ اسلام لے آئیں۔(۱)

یہ مکے اور بیت اللہ میں کسی بھی صحابی کی جانب سے پہلی دعوتی تقریر تھی، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب سے کفار کے مجمع میں کی گئی۔

## ۵۲۔ پہلی ہجرت

بعثت نبوت کے تقریباً چار برس کے بعد جب کفارِ مکہ نے مسلمانوں کو حد سے زیادہ ستانا شروع کر دیا، تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنی جان وایمان بچانے کے لیے حبشہ ہجرت کر جائیں۔ وہاں نجاشی کے عدل وانصاف کی عام شہرت تھی۔ ارض حبشہ بلادِ یمن کی غربی جانب طویل مسافت پر واقع ہے۔

نجاشی، حبشہ کے بادشاہ کو کہتے ہیں۔ اس نجاشی کا نام اصحمہ تھا۔ چناں چہ زہریؒ سے روایت ہے کہ جب مسلمانوں کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی ایذا رسانی میں اضافہ ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان لانے والوں کو حکم دیا کہ زمین میں پھیل جاؤ، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عن قریب پھر جمع کر دے گا، صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ کہاں جائیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبشہ کی جانب اشارہ فرمایا، چناں چہ کچھ افراد نے ہجرت کی، جن میں تنہا لوگ بھی شامل تھے، اور وہ بھی جنہوں نے اہلِ خانہ کے ساتھ ہجرت کی۔

یہ ہجرت جمادی الاولیٰ ۵ نبوی قمری (رجب ۵ نبوی قمریہ شمسی / مارچ۔ اپریل ۶۱۴ء) میں ہوئی۔ اس اجازت کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا قافلہ، جس میں بارہ مرد اور چار عورتیں تھیں، پوشیدہ طور پر رات کی تاریکی میں نکل کر جدے کے قریب ایک مقام شعیبہ تک پہنچا، جہاں دو تجارتی جہاز حبشہ جانے کے لیے تیار کھڑے تھے۔ وہاں انہوں نے نصف دینار کرائے پر ایک بحری جہاز لے لیا، سب لوگ جہاز پر سوار ہو گئے۔ قریش کو خبر ہوئی تو انہوں نے بندرگاہ تک تعاقب کیا، مگر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی جہاز روانہ ہو چکے تھے۔ اس قافلے کے سردار حضرت

---

۱۔ شامی: ج ۲، ص ۳۱۹

عثمان بن عفانؓ تھے۔ جو اپنی زوجہ سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے۔ ان مہاجرین نے شوال تک حبشہ میں قیام کیا، پھر شوال میں یہ خبر سن کر کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں، یہ لوگ حبشہ سے نکل کر واپس مکے کے لیے روانہ ہو گئے۔ مکے کے قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ خبر غلط ہے اور کفار اسی طرح مسلمانوں کی ایذا رسانی میں سرگرم ہیں۔ اب یہ لوگ سخت شش و پنج میں پڑے، لہٰذا کوئی چھپ کر اور کوئی کسی کی پناہ لے کر مکے میں داخل ہوا اور بعض لوگ واپس حبشہ چلے گئے۔ (۱)

امام واقدی سے روایت ہے کہ یہ مہاجرین ہجرت حبشہ کی غرض سے رجب ۵ نبوی میں مکے سے روانہ ہوئے تھے، شعبان، رمضان یہ حبشہ میں رہے اور اس غلط خبر کو سن کر شوال میں مکے واپس لوٹ آئے۔ (۲)

## ۵۳۔ پہلا مہاجر جوڑا

اسی پہلی ہجرت حبشہ کے موقع پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ رسول اکرم ﷺ نے ان دونوں حضرات کے لیے فرمایا کہ حضرت لوط اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے، جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہے۔ (۳)

## ۵۴۔ سب سے پہلا مکتوب

پہلی ہجرت حبشہ کے موقع پر صحابۂ کرام کو حبشہ کی جانب روانہ کرتے ہوئے، نجاشی کے نام حضور ﷺ نے اس وقت ایک خط بھی تحریر فرمایا۔ یہ آپ ﷺ کا پہلا خط ہے، جو کسی بھی حکمراں کو لکھا گیا۔ لیکن اس خط کا متن دست یاب نہیں۔ (۴)

---

۱۔ ابن ہشام: ج ۲، ص ۷۰۔ زرقانی: ج ۱، ص ۲۷۰۔ فتح الباری: ج ۷، ص ۲۴۲

۲۔ عیون الاثر: ج ۱، ص ۲۱۵

۳۔ ابن ہشام: ج ۲، ص ۷۰۔ زرقانی: ج ۱، ص ۲۷۰۔ فتح الباری: ج ۲، ص ۲۴۲۔ ابو العاصم الشیبانی۔ الاوائل: رقم ۱۲۶

۴۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، الوثائق السیاسیۃ، دار النفائس ۱۴۰۵ھ: ص ۴۳

## ۵۵۔ پہلے سفیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے سفارت کا فریضہ انجام دینے والے سب سے پہلے سفیر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ دوسری ہجرت حبشہ کے بعد جب قریش کے وفد نے نجاشی کو مسلمانوں سے متعلق غلط اور خلاف واقعہ باتیں پہنچائیں تو اس کے دربار میں مسلمانوں کی نمائندگی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارت کا فریضہ حضرت جعفر بن ابی طالب نے انجام دیا۔

چناں چہ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے کون سا دین ایجاد کیا ہے، جو نصرانیت اور بت پرستی دونوں کے خلاف ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر بن ابی طالب نے جواب دیا اور فرمایا!

> اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، قطعِ رحم کرتے تھے، اور ہم سایوں کو ستاتے تھے، ہم میں سے طاقت ور کم زور کو کھا جاتا تھا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک نبی مبعوث فرمایا، جس کے خاندان، حسب ونسب اور اس کی شرافت و صداقت اور دیانت و امانت اور اس کی عفت و پاک دامنی اور اس کے تقوے سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔ وہ پہلے انبیا کی طرح مبعوث ہوئے، ان پر اللہ کا ایک فرشتہ وحی اور احکام الٰہی لے کر آتا ہے۔ انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی اور صرف ایک خدا کی عبادت کا حکم دیا اور تاکید کی کہ خدا کے سوا تمام بتوں اور پتھروں وغیرہ کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، صلہ رحمی کریں، امانت ادا کریں، خوں ریزی سے باز آئیں یتیموں کا مال نہ کھائیں، والدین کے ساتھ حسن سلوک کریں، عہد کو پورا کریں، ہم سایوں کو تکلیف نہ دیں، حرام کاموں سے بچیں، جھوٹی گواہی اور پاکدامن عورتوں کو تہمت لگانے سے باز رہیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکاۃ دیں، وغیرہ۔
>
> ہم اس پر ایمان لائے اور خدا کو ایک جانا اور جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے لے کر آئے ہیں ہم اس کی پیروی کرتے ہیں، شرک و بت پرستی اور تمام اعمالِ بد چھوڑ

کرہم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اس پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہوگئی۔ ہمیں طرح طرح کے عذاب اور تکلیفیں دیں اور ہماری قوم ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اس گم راہی میں واپس آجائیں، اے بادشاہ جب ہم پر دنیا تنگ ہوگئی اور ہمارے لیے اپنے دین پر قائم رہنا مشکل ہوگیا تو ہم نے اپنی جانیں بچا کر دین کی خاطر آپ کے ملک میں پناہ لی۔

نجاشی نے کہا جو کلام تمہارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اترا ہے اس میں سے کچھ پڑھو۔ حضرت جعفر نے سورۂ مریم کی چند ابتدائی آیات تلاوت کیں، جن کو سن کر نجاشی پر رقت طاری ہوگئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ پھر اس نے کہا:

خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی مشکاۃ (دونوں کا منبع ایک ہے یعنی اللہ تعالیٰ) سے نکلے ہیں۔ اس کے بعد اس نے قریش کے وفد سے کہا کہ تم واپس جاؤ میں ان مظلوں کو ہرگز واپس نہ دوں گا۔

دوسرے روز قریش کے نمائندے عمرو بن العاص نے پھر دربار میں رسائی حاصل کی اور نجاشی سے کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی شان میں بھی گستاخی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ خدا کے ایک بندے تھے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو اس سوال کے جواب کے لیے بلوایا۔ جب یہ لوگ دربار میں حاضر ہوئے تو نجاشی نے کہا تم لوگ عیسی بن مریمؑ کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو۔ حضرت جعفرؓ نے کہا کہ ہمارے پیغمبر نے بتایا ہے کہ وہ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس کی روح اور اللہ کا خاص کلمہ ہیں جو حضرت مریمؑ کی طرف القا کیا گیا، وہ پاک ستھری بتول کے فرزند ہیں۔ نجاشی نے ایک تنکا زمین سے اٹھا کر کہا، واللہ جو کچھ تم نے کہا اس میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کی حقیقت میں اس تنکے کے برابر بھی فرق نہیں۔ (۱) اس پر نجاشی کے درباریوں نے بہت ناک بھوں چڑھائی، لیکن نجاشی نے اس کی پرواہ نہ کی اور کہنے لگا کہ تم کتنا

---

۱۔ ابن اسحاق: ص ۲۴۸، ۲۵۰۔ مسند احمد: ج ۶، ص ۳۹۳، رقم ۲۱۹۹۲۔ ابن ہشام: ج ۲، ص ۸۷، ۸۸۔ سیرت ابن کثیر: ج ۲، ص ۱۷، ۲۲۔ شامی: ج ۲، ص ۳۸۹، ۳۹۲

ہی ناک بھوں چڑھاؤ، خدا کی قسم حقیقت یہی ہے۔ پھر اس نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جاؤ تم میرے ملک میں امن سے رہو، جو تمہیں گالی دے گا میں اس پر تاوان لگاؤں گا، یہ بات اس نے تین بار کہی۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ میں تم میں سے کسی کو ان کے حوالے کر دوں، اور وہ اس کے بدلے میں مجھے سونے کا پہاڑ دیں۔ (۱)

## ۵۶۔ازواج مطہرات میں سب سے پہلے انتقال کرنے والی

ازواج مطہرات میں سب سے پہلی زوجہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں، اور سب سے پہلے وفات پانے والی بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کی اور جناب ابوطالب کی وفات تھوڑے وقفے سے ہوئی، اور ان دونوں کے انتقال فرمانے کی وجہ سے اس سال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام الحزن قرار دیا۔ (۲)

## ۵۷۔سب سے پہلے تکبیر بلند کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ مشہور و معروف ہے، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقم بن ابی ارقم کے مکان پر قیام پذیر تھے، چناں چہ حضرت عمر بھی وہیں پہنچے، جب مکان میں داخل ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس آپ کے سامنے تشریف لائے اور آپ کا گریبان پکڑ کر زور سے کھینچا اور فرمایا: اے ابن خطاب! کیوں آئے ہو؟ بہ خدا مجھے اندیشہ ہے کہ تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک اللہ تم پر کوئی مصیبت نہ نازل فرما دے۔ اس پر حضرت عمر نے نیاز مندانہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں، یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بآواز بلند اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ (۳)

اہل سیر لکھتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا جب خوشی کے موقع پر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا گیا۔

---

۱۔ مسند احمد: ایضاً۔ ابن ہشام: ج ۲، ص ۸۹۔ سیرت ابن کثیر: ج ۲، ص ۲۳

۲۔ سیرت ابن کثیر: ج ۲، ص ۱۳۲۔ شامی: ج ۲، ص ۴۳۴

۳۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، مصطفی البابی الحلبی ۱۹۵۵: ج ۱، ص ۳۴۶

## ۵۸۔ مقاطعہ بنی ہاشم کے خاتمے کے لیے سب سے پہلا اقدام

مقاطعۂ بنی ہاشم کے خاتمے کے لیے اہل قریش میں سب سے پہلے ہشام بن عمرو بن ربیعہ کو خیال آیا، اور اس نے دسرے سرداروں کو ہم نوا بنا کر اس بات کو ایک تحریک کی حیثیت دی، جو بالآخر اس ظالمانہ معاہدے کے خاتمے پر منتج ہوئی۔(۱)

## ۵۹۔ سب سے پہلا دعوتی سفر

دس نبوی میں جناب ابوطالب کی وفات کے بعد مشرکین مکہ نہایت آزادی سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستانے لگے۔ جناب ابوطالب جب تک حیات تھے، وہ مکمل سرپرستی فرماتے تھے۔ ان حالات میں نئے امکانات کی تلاش میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوال ۱۰ نبوی میں دعوت اسلام کی غرض سے طائف تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا کہ شاید وہاں کے لوگ اسلام قبول کرلیں۔(۲)

اس سفر میں زید بن حارثہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم راہ تھے۔ راستے میں جو قبائل آباد تھے ان سب کو وعظ سناتے اور توحید کا پیغام پہنچاتے ہوئے آپ طائف پہنچے۔ اس سرسبز اور سرد علاقے میں بنوثقیف آباد تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قبیلے کے تین سرداروں عبد یالیل، مسعود اور حبیب کے پاس گئے جو قبیلہ کے سردار اور شریف سمجھے جاتے تھے۔ یہ تینوں عمیر کے بیٹے اور سگے بھائی تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے ان ہی تینوں سرداروں سے ملاقات کی، اور ان کو دعوت اسلام دی، مگر یہ لوگ حق بات سننے کی بہ جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہایت بے رخی اور بداخلاقی سے پیش آئے، اور انھوں نے نہایت بدکلامی کا رویہ اختیار کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ خدا نے تجھ کو کعبے کا پردہ چاک کرنے کے لیے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ دوسرے نے کہا کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی نہیں ملا؟، جسے سفر کے لیے سواری بھی میسر نہیں، اسے رسول بنانا تھا تو

---

۱۔ ابن ہشام: ج۱، ص ۱۰۲۔ ابن قیم جوزیہ، زاد المعاد، مکتبہ المنار الاسلامیہ، کویت ۱۹۸۷ء: ج ۳، ص ۳۰

۲۔ فتح الباری: ج ۸، ص ۸۷۶

کسی حاکم یا سردار کو بناتا۔ تیسرے نے کہا میں تجھ سے بات نہیں کرتا۔ اگر تو سچا ہے جیسا کہ تو کہتا ہے تو تجھ سے گفت گو کرنا خلاف ادب ہے اور اگر تو جھوٹا ہے تو گفت گو کے قابل نہیں۔ ان کی نامعقول گفت گو سننے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنے خیالات اپنے ہی پاس رکھو ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسروں کے لیے ٹھوکر کھانے کا سبب بن جائیں۔

اس کے بعد ان سرداروں نے کچھ اوباش اور آوارہ لڑکوں کو اکسایا کہ وہ آپ کا نعوذ باللہ مذاق اڑائیں اور آپ پر پتھر برسائیں۔ چناں چہ ان اوباش اور آوارہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس قدر پتھر برسائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہو گئے اور آپ کی پنڈلیوں سے خون بہنے لگا، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوتے بھر گئے، جب آپ تکلیف کے سبب بیٹھ جاتے تو یہ بدنصیب بازو تھام کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھڑا کر دیتے اور جب آپ چلنے لگتے تو پھر پتھر برساتے، نازیبا کلمات کہتے اور تالیاں بجاتے۔ اس تمام عرصے میں زید بن حارثہ برابر آپ کو بچانے کی کوشش کرتے رہے، یہاں تک کہ ان کا تمام سر زخمی ہو گیا۔ آپ نے ان شریروں کے شر سے بچنے کے لیے عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے باغ میں پناہ لی۔ اس وقت جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیچھا کر رہے تھے وہ سب لوٹ گئے۔(۱)

اس باغ میں عتبہ اور شیبہ بھی موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ دیر کے لیے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور یہ دعا مانگی:

> اے اللہ! میں اپنی کم زوری اور تدبیر کی کمی اور لوگوں کی نظروں میں اپنی بے وقعتی و بے توقیری کی تجھ سے شکایت کرتا ہوں۔ اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے! تو عاجزوں اور کم زوروں کا مالک و رب ہے، اور میرا مالک و رب بھی تو ہی ہے۔ تو مجھے کسی غضب ناک دشمن کے سپرد کر یا کسی دوست کے، جس کو تو نے میرے امور کا مالک بنا دیا ہے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہ ہو تو مجھے ان سب مصائب اور تکالیف کی پرواہ نہیں، کیوں کہ تیری عافیت میرے

---

۱۔ ابن ہشام: ج ۲، ص ۱۷۲۔ عیون الاثر: ج ۱، ص ۲۳۱

لیے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات مبارک کے نور کی پناہ لیتا ہوں، جس سے تمام تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و آخرت کے سب کام درست ہو جاتے ہیں۔ اس بات سے کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل فرمائے۔ مجھے تیری رضامندی اور خوشنودی درکار ہے۔ اور ہم تیری مدد کے بغیر نہ تو کسی برائی سے بچ سکتے ہیں اور نہ کوئی بھلائی حاصل کر سکتے ہیں۔ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ سلوک اور آپ کی تکلیف دیکھ کر ربیعہ کے دونوں بیٹوں شیبہ اور عتبہ نے اپنے عیسائی غلام کے ہاتھ جس کا نام عداس تھا ایک طبق میں انگور رکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیے۔

عدّاس نے انگور کا طبق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لا کر رکھا تو آپ نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا۔ عدّاس نے حیرت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ کر کہا خدا کی قسم میں نے یہاں کے لوگوں کے منہ سے ایسا کلمہ نہیں سنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدّاس سے دریافت فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا مذہب کیا ہے۔ عداس نے جواب دیا کہ میں عیسائی ہوں اور نینوا کا رہنے والا ہوں جو موصل کے قریب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا تم مردِ صالح حضرت یونس علیہ السلام کی بستی کے رہنے والے ہو۔ عداس نے کہا کہ آپ حضرت یونس علیہ السلام کو کیسے جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میرے بھائی ہیں اور میری طرح اللہ کے نبی تھے۔

عداس نے کہا کہ آپ کا نام کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ عداس نے کہا کہ میں نے تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف پڑھی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکے میں مبعوث فرمائے گا۔ اہلِ مکہ آپ کی اطاعت نہ کریں گے اور آپ کو نکال دیں گے پھر آپ کی مدد ہوگی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین روئے زمین پر پھیلے گا۔ اس کے بعد عداس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی اور دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور مسلمان ہو گیا۔ عتبہ اور ربیعہ نے یہ ماجرا دیکھا تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس نے ہمارے غلام کو تو خراب کر دیا۔

جب عداس، عتبہ اور ربیعہ کے پاس واپس آیا تو انہوں نے کہا کہ عداس تجھے کیا ہوا کہ تو

---

۱۔ ابن ہشام: ایضاً۔ زاد المعاد: ج ۳، ص ۳۱

اس شخص کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دے رہا تھا۔ اس نے کہا میرے سردار واس وقت روئے زمین پر اس سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔ اس نے مجھے ایک ایسی بات بتائی جو صرف نبی ہی بتا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کم بخت ایسا نہ ہو کہ یہ آدمی تجھے تیرے مذہب سے پھیر دے، کیوں کہ تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔(۱)

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُحد سے زیادہ سخت دن بھی آیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بلا شبہ تیری قوم نے مجھے سخت سے سخت تکلیفیں دیں، لیکن سب سے زیادہ سخت دن وہ تھا جب میں نے طائف کے سفر کے دوران عبد یا لیل اور اس کے بھائیوں پر اسلام پیش کیا اور انہوں نے قبول نہ کیا۔ میں وہاں سے بہت رنج و غم کے ساتھ واپس ہوا۔ قَرْنُ الثَّعَالِب (۲) میں پہنچا تو کچھ افاقہ ہوا۔ اس کے بعد میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ ابر کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے اور اس میں جبریل امینؑ موجود ہیں۔ جبریل نے مجھے آواز دی اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم نے جو حرکتیں اور بدسلوکی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کی ہے اللہ تعالیٰ نے وہ سب دیکھ لی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں (پہاڑوں کے فرشتے) کو بھیجا ہے آپ جو چاہیں اسے حکم دیں۔ اس کے بعد اس نے مجھے سلام کیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، میں مَلَکُ الْجِبَال ہوں اور تمام پہاڑ میرے تصرف میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ اگر آپ حکم دیں تو میں ان دونوں پہاڑوں کو جن کے درمیان اہل مکہ اور اہل طائف رہتے ہیں ملا دوں، جس سے یہ تمام لوگ کچل کر ہلاک ہو جائیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ ان لوگوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے بل کہ مجھے امید ہے کہ ان کی نسل میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں کریں گے۔(۳)

---

۱۔ ابن ہشام: ص ۱۷۳۔ عیون الاثر: ج ۱ ص ۲۳۳

۲۔ اس کو قَرْنُ المَنَازِل بھی کہتے ہیں اور یہ اہل نجد کی میقات ہے

۳۔ بخاری: ج ۲ ص ۳۳۹، رقم ۳۲۳۱

رسول اللہ ﷺ طائف میں دس روز تک قیام پذیر رہے، آپ ﷺ نے اس دوران وہاں کے کسی سردار کو نہیں چھوڑا، ہر ایک کے پاس گئے، اور اسے اسلام کی دعوت دی، مگر ان میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔(۱)

آپ ﷺ کے سفر طائف کی کل مدت ایک ماہ ہے، جس میں سے دس روز تو آپ ﷺ طائف شہر میں مقیم رہے اور باقی بیس روز اطراف کے قبائل کو دعوتِ اسلام دینے میں صرف ہوئے۔(۲)

یہ سفر طائف رسول اللہ ﷺ کا پہلا دعوتی سفر تھا، تجارتی اسفار تو آپ اس سے قبل مسلسل فرماتے رہے تھے، دعوت وتبلیغ کی غرض سے بیرون مکہ پہلی بار آپ اسی سفر میں تشریف لے گئے۔

## ۶۰۔ پہلا عیسائی مسلمان

طائف کے اس سفر میں آپ ﷺ سے عداس نامی ایک غلام نے ملاقات کی جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ یہ مذہباً عیسائی تھے۔ اس لحاظ سے انہیں پہلا عیسائی مسلمان قرار دیا جا سکتا ہے۔ البتہ جن حضرات کی رائے میں ورقہ بن نوفل عیسائی تھے، ان کے خیال کے مطابق پہلے عیسائی مسلمان ورقہ بن نوفل قرار پاتے ہیں۔

## ۶۱۔ سب سے پہلی مواخاۃ

رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو باہم مزید یک جہتی کے بندھن میں باندھنے اور انہیں سماجی اور معاشرتی طور پر یک جا کرنے کے لیے ان کے مابین دو بار مواخات فرمائی۔ ایک بار مواخات ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں مہاجرین کے مابین ہوئی، چناں چہ اس کے نتیجے میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما آپس میں بھائی بنے، اسی طرح یہ مواخات حمزہ اور زید بن حارثہ، زبیر بن عوام اور ابن مسعود، عبیدہ بن حارث اور بلال رضی اللہ عنہم کے درمیان

---

۱۔ زاد المعاد: ج۳، ص۳۱

۲۔ زرقانی: ج۱، ص۲۹۷

ہوئی۔اسی طرح دیگر صحابہ کے نام بھی آئے ہیں۔اسی موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین مواخات ہوئی۔(۱)

یہ اسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کی پہلی مواخات ہے۔

## ۶۲۔حرم میں سب سے پہلے باجماعت نماز

جب مسلمانوں کی تعداد کوئی پچاس کے قریب تھی، جن میں دس خواتین بھی تھیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما، اس دعا کے نتیجے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے، ان کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں نے مسجد الحرام میں اعلانیہ جماعت سے نماز ادا کی، اس لیے کہ انفرادی طور پر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمیت بہت سے صحابہ کی جانب سے حرم میں نماز ادا کرنے کی روایات ملتی ہیں۔(۲) اجتماعی طور پر حرم مکی میں مسلمانوں کی یہ پہلی نماز تھی۔

## ۶۳۔سب سے پہلے انصاری سوید بن صامت رضی اللہ عنہ کا اسلام

ہجرت مدینہ سے چند برس پیشتر کسی موقع پر بنوعمرو بن عوف کے سوید بن صامت حج یا عمرے کے ارادے سے مکہ آئے، سوید کا لقب ان کی شرافت اور اعلیٰ نسبی کی وجہ سے ان کی قوم نے کامل رکھ دیا تھا، ان کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔اور یہ کچھ گفت وشنید کے بعد اسلام لے آئے، ان کا ذکر ماقبل میں سب سے پہلے وفات پانے والے مسلمانوں کے ذکر میں آچکا ہے۔(۳)

یہ انصاری صحابہ میں یا اہل مدینہ میں اسلام لانے والے پہلے فرد ہیں۔

## ۶۴۔سب سے پہلی بیعت۔بیعت عقبہ

نبوت کے بارھویں سال حج کے دنوں میں مدینہ منورہ کے بارہ افراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

---

۱۔ الروض الانف: ج ۲، ص ۲۵۲۔زرقانی: ج ۱، ص ۳۷۳

۲۔ ابوہلال العسکری۔الاوائل: ص ۱۵۰

۳۔ سیرت ابن کثیر: ج ۲، ص ۱۷۳۔شامی: ج ۲، ص ۴۵۶۔حلبی: ج ۲، ص ۱۶۰

ملنے کے لیے مکہ حاضر ہوئے۔ ان میں سے پانچ ۱۔ اسعد بن زرارہ، ۲۔ عوف بن حارث، ۳۔ رافع بن مالک، ۴۔ قطبہ بن عامر، ۵۔ عقبہ بن عامر اس سے ایک سال قبل بھی آپ کی خدمت میں چھ افراد کے وفد کی صورت میں حاضر ہو چکے تھے، مگر اس وقت بیعت نہیں ہوئی تھی۔ سات آدمی نئے تھے، جن کے نام یہ ہیں۔ ۶۔ معاذ بن حارث (عوف بن حارث کے بھائی)، ۷۔ ذکوان بن عبد قیس، ۸۔ عبادہ بن صامت، ۹۔ یزید بن ثعلبہ، ۱۰۔ عباس بن عبادہ بن نضلہ، ۱۱۔ ابوالہیثم مالک بن تیہان، ۱۲۔ عویم بن ساعدہ۔ ان میں سے ذکوان بیعت کے بعد مکے میں ہی ٹھہر گئے تھے اور بعد میں ہجرت کی۔ اس لیے وہ انصاری بھی ہیں مہاجر بھی۔

ان بارہ حضرات نے منیٰ میں، عقبہ کے قریب، رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مندرجہ ذیل امور پر بیعت کی۔ اس کو بیعت عقبہ اولیٰ کہتے ہیں۔ یہ پہلی باضابطہ بیعت ہے، جو کسی وفد سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لی ہے۔ (۱)

اس بیعت کا متن یہ ہے:

۱۔ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اور صرف اسی کی عبادت کریں گے۔
۲۔ چوری اور زنا نہیں کریں گے۔
۳۔ اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کریں گے۔
۴۔ کسی پر تہمت نہیں لگائیں گے۔
۵۔ ہر اچھی بات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کریں گے۔

اگر یہ شرائط پوری کریں تو ان کے لیے جنت ہوگی، ورنہ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا چاہے وہ عذاب دے چاہے وہ بخش دے۔ (۲)

اس سے قبل نبوت کے گیارہویں برس بھی چند حضرات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی تھی، مگر اس موقع پر کوئی معاہدہ یا بیعت نہیں ہوئی تھی۔

---

۱۔ طبقات: ج ۱، ص ۱۰۶، عیون الاثر ج ۱، ص ۲۶۳، ۲۶۴
۲۔ بخاری: ج ۲، ص ۵۱۳، رقم ۳۸۹۲

اس واقعے کی بنیاد پر بعض حضرات نے جن میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھی شامل ہیں، گیارہ نبوی والی ملاقات کو بیعت عقبہ اولیٰ قرار دیا ہے، لیکن یہ رائے درست معلوم نہیں ہوتی۔

## ۶۵۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پہلا خط

بیعت عقبہ اولیٰ کے یہ بارہ شرکا جب واپس مدینہ پہنچے تو انصار مدینہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط تحریر کیا اور خواہش کا اظہار کیا کہ آپ دینی مسائل سے آگاہ کرنے اور قرآن پڑھانے کے لیے ایک معلم کو مدینہ منورہ بھیج دیجیے۔ اس خط کا متن مروی نہیں، لیکن ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے الوثائق السیاسیہ میں اس خط کا ذکر کیا ہے۔(۱)

چناں چہ یہ پہلا مکتوب ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لکھا گیا۔

## ۶۶۔سب سے پہلے بیرونی مبلغ

پہلی بیعت عقبہ کے بعد جب یہ انصاری صحابی واپس مدینہ منورہ جانے لگے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصارِ مدینہ کی خواہش پر مُصعب بن عمیر کو ان کے ساتھ کر دیا، یہ ہاشم بن عبد مناف کے پوتے اور سابقین اسلام میں سے تھے، انہیں حکم دیا کہ وہ انصارِ مدینہ کو قرآن پڑھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور دین سکھائیں، اور بخاری کی روایت میں ہے کہ ان کے ساتھ عبداللہ ابن ام مکتوم بھی گئے تھے، جب کہ قتیبہ کا کہنا ہے کہ وہ غزوۂ بدر کے دو سال بعد ہجرت کر کے مدینے آئے، ممکن ہے کہ وہ مُعصب رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے ہوں اور پھر واپس مکے لوٹ گئے ہوں اور بدر کے دو سال بعد پھر ہجرت کی ہو، واللہ اعلم۔(۲)

حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ امیر گھرانے کے خوش شکل اور نوجوان تھے۔ نہایت ناز و نعم میں پلے اور نہایت قیمتی پوشاک پہنتے اور بہترین خوش بو لگاتے تھے، جب گھوڑے پر سوار ہو کر

---

۱۔ الوثائق السیاسیۃ: ص ۵۲

۲۔ بخاری: ج ۲، ص ۵۲۵، رقم ۳۹۲۴، حلبی ج ۲، ص ۱۶۴۔ اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ انصار کے اس وفد کے ساتھ ہی مدینہ منوہ روانہ ہو گئے تھے۔ جب کہ اس سے قبل ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ کے حوالے سے جس خط کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مصعب بعد میں روانہ ہوئے تھے۔ واللہ اعلم

نکلتے تو آگے پیچھے غلام چلا کرتے تھے۔ اسلام کی یہ دولت روحانی عیش و آرام حاصل ہونے پر تمام جسمانی آرائش اور نمود و نمائش ترک کر دی۔ جب مدینے پہنچ کر دین حق کی تعلیم اور اسلام کی تبلیغ کرتے تھے تو ان کے کندھے پر صرف کمبل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہوتا تھا۔ جس کو وہ ببول کے کانٹوں سے اٹکا لیا کرتے تھے۔ غزوۂ بدر میں لشکر کی علم برداری کا منصب ان ہی کو ملا تھا۔

مدینے پہنچ کر حضرت مصعبؓ نے اسعد بن زرارہؓ کے مکان پر قیام کیا، جو مدینے کے نہایت معزز رئیس تھے۔ روزانہ انصار کے ایک گھر جاتے، لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے، اور قرآن مجید پڑھ کر سناتے۔ مسلمانوں کو نماز بھی یہی پڑھاتے تھے۔ ان کی تبلیغ کے نتیجے میں روزانہ ایک دو نئے آدمی اسلام قبول کرتے۔ رفتہ رفتہ مدینے سے قبا تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔

اس اعتبار سے جناب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پہلے بیرونی داعی قرار دیے جاسکتے ہیں۔

## ۶۷۔ سب سے پہلا جمعہ

اسی سال یعنی ۱۲ نبوی میں اسعد بن زرارہؓ نے مدینہ منورہ میں نمازِ جمعہ کا اہتمام کیا، یہ دیکھ کر کہ یہود و نصاریٰ میں ہفتہ واری اجتماع کے لیے ایک خاص دن مقرر ہے، انصار کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کو بھی ہفتے میں ایک دن مقرر کرنا چاہیے، جس میں سب جمع ہو کر نماز پڑھیں، اللہ کا ذکر و شکر کریں اور اس کی عبادت کریں، لہٰذا انہوں نے اس دن کا نام جمعہ تجویز کیا اور اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے سب کو نماز پڑھائی، اس سے قبل اس دن کو یوم العروبہ کہا جاتا تھا۔ نماز کے بعد حضرت اسعدؓ نے بکری ذبح کی اور تمام لوگوں کی دعوت کی، چوں کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد کم تھی اس لیے تمام موجود مسلمانوں نے ایک بکری سے دو وقت سیر ہو کر کھانا کھایا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِن يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (۱)

جب نماز کے لیے پکارا جائے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان کے لڑکے عبدالرحمٰن روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ کعبؓ جب بھی جمعہ کی آذان سنتے تو اسعد بن زرارہؓ کے لیے دعا کرتے، میں نے

---

۱۔ الجمعہ:۹

اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ سب سے پہلا جمعہ انہوں نے بنی بیاضہ کی زمینوں میں ہزم بنی النبیت کے مقام پر قائم کیا، میں نے پوچھا اس وقت آپ کی تعداد کیا تھی؟ فرمایا ہم چالیس آدمی تھے۔ (١) اور ابن عباس سے روایت ہے کہ ہجرت سے قبل حضور ﷺ کو جمعہ کی ادائیگی کا حکم ہوا، لیکن چوں کہ مکے میں ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ اس وقت جمعہ کے قیام کی طاقت نہیں رکھتے تھے، اس لیے آپ نے مدینے میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں حکم دیا کہ یومِ جمعہ کو زوال کے بعد تم سب مردوں، عورتوں اور بچوں کو جمع کر کے دو رکعتیں پڑھ کر اللہ کا قرب حاصل کیا کرو۔ (٢)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابتدا میں تو انصار مدینہ نے اپنے اجتہاد کے ذریعے جمعہ قائم کیا، پھر اللہ کے حکم کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ نے اپنے مکتوب کے ذریعے اس کا حکم فرمایا، جس سے ان کے اجتہاد کی تصویب ہوگئی اور ان کا فیصلہ اللہ کی رضا کے مطابق ہوگیا، اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تمہیں اس کی ہدایت دی۔ یوں پہلی نماز جمعہ مدینہ منورہ میں ادا کی گئی۔ (٣)

## ٦٨۔ سب سے پہلے مہاجر مدینہ

سب سے پہلے ہجرت کرنے والوں میں حضور ﷺ کے رضاعی بھائی حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ تھے، جن کی زوجہ ام سلمہؓ کو اس موقع پر قریش نے ان کے ساتھ ہجرت نہ کرنے دی۔ وہ بعد میں کسی وقت مدینے پہنچیں۔ یہ بھی قول ہے کہ سب سے پہلے حضرت مُصعب بن عمیرؓ نے ہجرت کی، بخاری کی روایت میں ذکر ہے کہ سب سے پہلے مُصعب بن عمیر اور ابن ام مکتومؓ نے ہجرت کی، ان کے بعد حضرت بلال، سعد، عمار بن یاسر عمر بن الخطاب اور بیس دیگر صحابہ نے ہجرت کی، رضی اللہ عنہم، اور ابن اسحاق و ابن سعد کی روایت میں ہے کہ ابوسلمہؓ کے بعد عامر بن ربیعہ نے اپنی اہلیہ کے ہم راہ ہجرت کی، ان کے بعد عبداللہ بن جحشؓ نے

---

١۔ ابوداؤد: ج١، ص٤٠٢، رقم ١٠٦٩۔ ابن ماجہ: ج١، ص٣٥١، رقم ١٠٨٢

٢۔ الروض الانف: ج٢، ص١٩٧۔ حلبی: ج٢، ص١٦٨

٣۔ ابن ہشام: ج٢، ص٧٣

ہجرت کی۔(۱)

## ۶۹۔سب سے پہلی تحریری امان

سب سے پہلی امان، جو تحریری صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو عطا فرمائی، وہ ہجرت کے سفر میں سراقہ کو دی جانے والی امان ہے، سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی تھے اور اپنے دادا کی وجہ سے جعشم مشہور تھے۔ رابغ کے علاقے پر ان ہی کے قبیلے کی حکم رانی تھی، خود سراقہ بن مالک جعشم کنانی سے مروی ہے کہ ہمارے پاس قریش کے قاصد آئے، انہوں نے اعلان کیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو قتل یا گرفتار کرے گا اس کو ہر ایک کے بدلے میں علیحدہ علیحدہ ایک خون بہا کے برابر (سو اونٹ) انعام دیا جائے گا۔ اس وقت میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ہمارے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، جب کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا کہ اے سراقہ میں نے ابھی چند اشخاص کو ساحل کے راستے جاتے ہوئے دیکھا ہے، میرے خیال میں وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے ساتھی ہیں۔

سراقہ کہتے ہیں کہ میں نے دل میں تو یہی سوچا تھا کہ بے شک ہو نہ ہو وہ وہی لوگ ہوں گے۔ لیکن میں نے (اس خیال سے کہ کہیں یہ شخص یا کوئی اور سن کر قریش کا انعام حاصل نہ کر لے) اس شخص سے کہا کہ بے شک وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھی نہیں ہو سکتے بل کہ تو نے فلاں فلاں شخص کو دیکھا ہے۔ میں کچھ دیر مجلس میں ٹھہرا پھر اٹھ کر گھر میں چلا گیا اور اپنی کنیز کو حکم دیا کہ گھوڑے کو فلاں ٹیلے کے نیچے لے جا کر کھڑا کر دے۔ میں اپنا نیزہ لے کر مکان کی پشت کی جانب سے نکلا اور اپنے نیزے کے بالائی حصے کی نوک نیچے کر کے زمین سے لگا کر گھسیٹتے ہوئے گھوڑے کی طرف چل دیا۔ پھر میں گھوڑے کے پاس پہنچ کر اس پر سوار ہو گیا اور اس کو سرپٹ دوڑانے لگا، تاکہ جلد سے جلد میں ان کے قریب پہنچ جاؤں۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں اس سے نیچے گر پڑا۔ پھر میں کھڑا ہو گیا اور اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھا کر اس میں سے فال لینے کے لیے تیر نکالے، تاکہ یہ معلوم کروں کہ میں ان کو

---

۱۔ بخاری: ج ۲، ص ۵۲۵، رقم ۳۹۲۵۔ عیون الاثر: ج ۱، ص ۲۸۶

نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں۔ فال لینے پر وہی تیر نکلا جو مجھے پسند نہیں تھا۔ یعنی فال یہ نکلی میں ان کو نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔(۱) مگر مجھے امید تھی کہ میں اس فال کو الٹ دوں گا۔ چناں چہ میں (انعام کے لالچ میں) فال کی پرواہ کیے بغیر گھوڑے پر سوار ہو کر اس کو تیز دوڑانے لگا، تا کہ میں جلد قریب پہنچ جاؤں۔

پھر میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتنا قریب پہنچ گیا کہ میں نے آپ کی قرات صاف سن لی، اس وقت آپ کی توجہ میری طرف بالکل نہیں تھی مگر حضرت ابو بکرؓ میری طرف زیادہ متوجہ تھے، اچانک میرے گھوڑے کے دونوں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے، اور میں نیچے گر پڑا، پھر میں نے گھوڑے کو ڈانٹا اور میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا مگر گھوڑا پاؤں باہر نہ نکال سکا، گھوڑے نے قدم باہر نکالنے کی کوشش کی جس سے غبار دھوئیں کی طرح اٹھ کر آسمان کی طرف بلند ہو گیا، میں نے پھر تیروں سے فال نکالی مگر وہی پہلے والا نتیجہ برآمد ہوا یعنی میں ان کو نقصان نہ پہنچا سکوں گا۔ پھر میں نے امان کے لیے پکارا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رک گئے۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے قریب پہنچا تو اسی وقت میرے دل میں خیال آیا کہ جب مجھے ان تک پہنچنے میں یہ مصیبت پیش آئی تو وہ اپنے مقصد میں ضرور غالب آ کر رہیں گے۔ پھر میں نے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم نے آپ کے بارے میں ایک دیت (۱۰۰ اونٹ) انعام مقرر کیا ہے اور میں نے آپ کو وہ سب باتیں بیان کر دیں جو وہ لوگ آپ کے ساتھ کرنا چاہتے تھے۔ پھر میں نے آپ کو کچھ زادِ راہ اور سامان کی بھی پیش کش کی، مگر آپ نے مجھے کوئی تکلیف نہیں دی اور نہ مجھ سے کوئی چیز لی، صرف اتنا فرمایا کہ ہماری خبر ظاہر نہ کرنا۔ میں نے کہا کہ مجھے کوئی امن کی تحریر لکھ دیجیے۔ آپ نے عامر بن فہیرہ کو لکھنے کا حکم دیا جو انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ دی۔ پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے روانہ ہو گئے۔(۲)

---

۱۔ عرب کے مشرک تیروں سے فال لیتے تھے، کسی تیردان میں تین تیر رکھتے تھے ایک پر لکھا ہوا ہوتا تھا یہ کام کرو۔ دوسرے پر لکھا ہوا ہوتا تھا، یہ کام نہ کرو، اور تیسرا خالی ہوتا تھا۔ پھر تیروں کو الٹ دیتے تھے۔ اگر پہلا تیر نکلتا تو اس کام کو کر لیتے تھے اور دوسرا تیر نکلتا تو اس کام کو نہ کرتے تھے، اگر تیسرا تیر نکلتا جس کو عقل کہتے تھے تو دوبارہ فال نکالتے تھے

۲۔ بخاری: ج ۲، ص ۵۱۸، رقم ۳۹۰۶

یہ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے کسی کو بھی دی جانے والی پہلی تحریری امان ہے۔

## ۷۰ سب سے پہلا علم

اس سفر ہجرت میں ایک اور شخص بریدہ اسلمی بھی آپ ﷺ کی تلاش میں نکلے تھے، بریدہ اسلمی اپنی قوم کے سردار تھے، اور انہوں نے اپنے ستر آدمیوں کے ساتھ انعام کے لالچ میں آپ ﷺ کا پیچھا کیا۔ جب بریدہ آپ ﷺ کے قریب پہنچے تو آپ نے سوال کیا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا میں بریدہ ہوں۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے ابوبکرؓ ہمارا کام ٹھنڈا اور درست ہوا۔ پھر آں حضرت ﷺ نے فرمایا تم کس قبیلے سے ہو۔ بریدہ نے جواب دیا کہ میں قبیلہ اسلم سے ہوں۔ آپ ﷺ نے پھر حضرت ابوبکرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم سلامت رہے۔ پھر فرمایا کہ قبیلہ اسلم کی کس شاخ سے ہو۔ بریدہ اسلمی نے کہا بنی سہم سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرا حصہ نکل آیا یعنی تمھیں اسلام سے حصہ ملے گا۔

پھر بریدہ نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں عبداللہ کا بیٹا اور اللہ کا رسول، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ بریدہ حضور کا نام سنتے ہی اسلام لے آئے۔ اور کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔ اس کے ساتھ ہی وہ ستر آدمی جو بریدہ کے ساتھ تھے مسلمان ہو گئے اور اسی روز عشا کی نماز آپ کے پیچھے ادا کی، پھر بریدہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مدینے میں داخل ہوتے وقت آپ کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہونا چاہیے، پھر انہوں نے خود ہی اپنا عمامہ اتار کر نیزے سے باندھ لیا۔ چناں چہ جب رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ جھنڈا لیے ہوئے آپ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ (۱) یہ کسی بھی موقع پر رسول اللہ ﷺ کے لیے استعمال ہونے والا پہلا علم تھا۔

## ۷۱۔ سب سے پہلے علم بردار

یہی بریدہ اسلمی آپ ﷺ کے پہلے علم بردار بھی ہیں، کیوں کہ انہوں نے اس موقع

---

۱۔ شامی: ج ۳، ص ۱۲۵۱۔ زرقانی: ج ۱، ص ۳۵۹

پر اپنے عمامے سے پہلے علم بنایا، پھر اسے تھام کر خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے آگے روانہ ہوئے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت بریدہ جھنڈا لیے ہوئے آپ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ اس لیے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے پہلے علم بردار ہیں۔

## ۷۲ سب سے پہلی مسجد، قبا

اسلام کی سب سے پہلی مسجد، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قائم فرمائی، وہ مسجد قبا ہے، جو بعثت کے بعد پہلی مسجد ہے۔ جس جگہ یہ مسجد تعمیر ہوئی وہ زمین حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھی اور اس میں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں۔ جب مسجد کی تعمیر کا آغاز ہونے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے اہلِ قبا (بڑے بڑے) پتھر لاؤ، جب کثیر تعداد میں پتھر جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ رخ ایک خط کھینچا اور ایک پتھر اس کی جگہ رکھ دیا، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس کے برابر میں ایک پتھر رکھ دو۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے برابر ایک پتھر رکھ دو، پھر عثمان رضی اللہ عنہ کو کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے برابر میں ایک پتھر رکھ دو، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس میں خلافت کی ترتیب کی طرف بھی اشارہ تھا، پھر مسجد کی تعمیر شروع ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہم راہ اس میں شریک رہے۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شاعر تھے اور مسجد کی تعمیر میں شریک تھے۔ جس طرح کام کے دوران مزدور تھکن مٹانے کے لیے کچھ گاتے یا گنگناتے رہتے ہیں اسی طرح عبداللہ بھی یہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے:

افلح من یعالج المساجدا
ویقرء القران قائما وقاعدا
ولا یبیت اللیل عنه راقدا

وہ شخص کام یاب ہوا جو مساجد کی تعمیر کرتا ہے، اور کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر قرآن پڑھتا

---

۱۔ شامی: ج ۳، ص ۲۶۷

ہے، اور رات جاگ کر گزارتا ہے۔(۱)

اسی مسجد کی شان میں سورۂ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ؁ (۲)

وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن ہی سے پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے، اس لائق ہے کہ آپ وہاں کھڑے ہوں (یعنی امامت فرمائیں)، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بھی پاک رہنے والے پسند ہیں۔

باضابطہ یہ اسلام کی پہلی مسجد ہے۔

## ۷۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا جمعہ

ہجرت مدینہ فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے قبا تشریف لائے، قبا میں چند روز قیام فرما کر آپ نے جمعہ کے روز اللہ کے حکم سے مدینۂ منورہ کا قصد کیا۔ راستے میں بنی سالم کا محلہ پڑتا تھا، یہاں نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ جمعہ یہیں پر اس مسجد میں ادا فرمائی، جو بطنِ وادی میں ہے۔ نماز سے پہلے نہایت فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ مدینے میں یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا خطبہ اور سب سے پہلی نماز جمعہ تھی، جس میں ایک سو اہل مدینہ شریک تھے۔(۳)

## ۷۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا خطبہ جمعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا خطبۂ جمعہ جو آپ نے مدینے پہنچ کر بنی سالم بن عوف میں نمازِ جمعہ سے پہلے ارشاد فرمایا یہ ہے، آپ نے فرمایا:

سب طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے، میں اسی کی حمد کرتا ہوں۔ میں اس سے مدد و مغفرت اور ہدایت طلب کرتا ہوں، میں اسی پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کی

۱۔ ایضاً

۲۔ التوبہ:۱۰۸

۳۔ ابن ہشام: ج ۲، ص ۷۲۳، زاد المعاد: ج ۱، ص ۷۴۳۔ ابو ہلال العسکری، الاوائل: ص ۱۱۰

نافرمانی نہیں کرتا۔ جولوگ اس کی نافرمانی کرتے ہیں میں ان سے عداوت رکھتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اللہ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت، نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے وقت میں بھیجا جب کہ ایک زمانے سے کوئی رسول دنیا میں نہیں آیا تھا۔ دنیا میں علم کی قلت ہوگئی تھی، لوگ گم راہی میں پڑے ہوئے تھے، قیامت کا قرب اور موت نزدیک تھی۔

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے، وہ ہدایت یافتہ ہوا اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ بلاشبہ بھٹک گیا، وہ کوتاہی اور سخت گم راہی میں پڑ گیا۔ میں تم لوگوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، بے شک ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کو بہترین وصیت یہ ہے کہ وہ اس کو آخرت کے لیے آمادہ کرے، اللہ سے ڈرائے اور پرہیز گاری کا حکم کرے، خدا نے جن چیزوں سے بچنے کے لیے کہا ہے، تم ان سے بچو۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے۔ جو شخص اُمورِ آخرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کر کام کرتا ہے، اس کے لیے تقویٰ بہترین اور سچا مددگار ہے۔ جو شخص اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ ظاہر و باطن میں درست کرے گا اور ایسا کرنے میں اس کی نیت خالص اور اللہ کی رضا کے لیے ہوگی تو یہ (ظاہر باطن کی مخلصانہ اصلاح) دنیا میں اس کے لیے ذکر اور مرنے کے بعد جب انسان کو اعمال کی ضرورت وقدر معلوم ہوگی تو یہ ذخیرۂ آخرت ثابت ہوگی۔ اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو وہ (خلاف تقویٰ امور کے متعلق) اس دن یہ پسند کرے گا کہ اس کے اعمال اس سے دور ہی رکھے جائیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے اور جس نے اللہ کے قول کو سچا جانا اور اس کے وعدوں کو پورا کیا تو اس کے قول اور وعدے میں کچھ خلاف نہیں، کیوں کہ وہ کہتا ہے کہ میرے ہاں بات نہیں بدلتی اور میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

پس تم اپنے موجودہ اور آئندہ، ظاہری و باطنی، امور میں اللہ سے ڈرو اور بے شک جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کے گناہ چھوڑ دیے جاتے ہیں اور اس کا اجر بڑھا دیا جاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہی بلاشبہ بڑا کامیاب ہے اور یہ تقویٰ ہی ہے جو اللہ کی بے زاری، اس کی سزا اور اس کے غصے کو دور کرتا ہے اور تقویٰ ہی (قیامت کے دن) چہرے کو روشن بنائے گا اور اللہ کی رضا اور درجات کو بلند کرنے کا ذریعہ ہوگا۔ لوگو! تم تقوے سے اپنا حصہ لے لو اور اللہ کی اطاعت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو۔ اللہ نے اسی لیے تمہیں اپنی کتاب کی تعلیم دی اور تمہیں اپنا راستہ دکھایا، تاکہ سچے اور جھوٹے لوگوں کو الگ کر دیا جائے۔ جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ حُسنِ سلوک کیا ہے تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی حُسن وخوبی کا برتاؤ کرو اور اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھو اور اللہ کے راستے میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو۔ اس نے تمہیں اپنے لیے منتخب کیا ہے اور تمہارا نام مسلمان رکھا، تاکہ جو ہلاک و برباد ہونے والا ہے وہ بھی حجت قائم ہونے کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہنے والا ہے وہ بھی روشن دلائل پر زندہ رہے، اور کوئی طاقت اور قوت اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔

کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور آنے والی زندگی کے لیے عمل کرو، کیوں کہ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان معاملے کو درست کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان معاملے کو درست کر دیتا ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ بندوں پر حکم چلاتا ہے اور اس پر کسی کا حکم نہیں چلتا اور اللہ ہی سب لوگوں کا مالک ہے اور لوگ اللہ کی کسی چیز کے مالک نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور ہمیں (نیکی کرنے کی) طاقت وہی خدائے عظیم دیتا ہے۔(۱)

محمد بن اسحاق نے اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دو خطبے ذکر کیے ہیں، جن کے الفاظ مختلف ہیں۔ (۲) لیکن بہ ہر حال یہی وہ پہلا وقت ہے، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی

---

۱۔ سیرت ابن کثیر: ج ۲، ص ۲۹۹، ۳۰۱۔ ابو ہلال العسکری: ایضاً

۲۔ ابن ہشام: ج ۲، ص ۲۴۰، زاد المعاد: ج ۱، ص ۳۷۳

حیات مبارکہ کا پہلا خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا تھا۔

## ۷۵۔ مدینے میں پہلا قیام

محلہ بنی سالم بن عوف میں نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر آپ ﷺ، اونٹنی پر سوار ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور مدینے کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ نے اونٹنی کی مہار کو بالکل ڈھیلا چھوڑا ہوا تھا اور اس کو کسی طرف بھی حرکت نہیں دے رہے تھے اور اونٹنی دائیں، بائیں دیکھتی ہوئی چل رہی تھی۔ لوگوں کو جب تشریف آوری کی خبر ملی تو ہر طرف سے مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، سب جوش مسرت و عقیدت میں پیش قدمی کے لیے دوڑے۔ اس وقت انصار کا ایک عظیم الشان گروہ ہتھیار لگائے ہوئے، آپ کے دائیں بائیں اور پیچھے چل رہا تھا۔ (۱)

راستے میں انصار کے خاندان آباد تھے، ہر شخص کی تمنا اور آرزو تھی کہ آپ ﷺ اس کے ہاں قیام فرمائیں۔ ہر قبیلہ سامنے آ کر عرض کرتا۔ یا رسول اللہ! یہ غریب خانہ حاضر ہے، آپ یہاں قیام فرمائیں۔ آپ ان کو دعا دیتے اور فرماتے کہ یہ اونٹنی اللہ کی طرف سے مامور ہے، جہاں اللہ کے حکم سے بیٹھ جائے گی وہیں قیام کروں گا۔

آج جہاں مسجد نبوی ہے، اس سے متصل حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر تھا، یہاں پہنچ کر آں حضرت ﷺ کی اونٹنی خود بہ خود رکی اور اس نے گردن زمین پر ڈال دی۔ اس وقت آپ اونٹنی سے اترے اور حضرت ابوایوب انصاریؓ آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ ان کا مکان دو منزلہ تھا، انہوں نے بالائی منزل پیش کی، مگر اس خیال سے کہ لوگوں کی آمد و رفت کی وجہ سے ان کے اہل خانہ کو تکلیف ہوگی، آپ ﷺ نے نیچے کا حصہ پسند فرمایا۔ حضرت ابوایوبؓ دونوں وقت کا کھانا آپ کی خدمت میں پیش کرتے اور جو کچھ کھانا بچ جاتا وہ حضرت ابوایوبؓ اور ان کی اہلیہ کھاتے۔ حضرت ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم نے کھانے میں لہسن اور پیاز شامل کر دیا۔ آپ نے یہ کھانا تناول فرمائے بغیر واپس فرما دیا، میں گھبرا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آج آپ

---

۱۔ بخاری: ج ۲، ص ۵۲۷، رقم ۳۹۳۲۔ حلبی: ج ۲، ص ۲۴۰

نے کھانا واپس فرما دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کھانے میں لہسن اور پیاز کی بو تھی، اس لیے میں نے اس کو واپس کر دیا کیوں کہ میں فرشتوں سے ہم کلام ہوتا ہوں اور ایسے کھانے سے پرہیز کرتا ہوں۔ حضرت ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد ہم نے کبھی آپ کے کھانے میں لہسن اور پیاز شامل نہیں کیا۔

ایک دن اتفاق سے اوپر کی منزل میں پانی کا برتن ٹوٹ گیا، حضرت ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس خیال سے کہ کہیں یہ پانی بہہ کر نیچے نہ چلا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تکلیف کا باعث ہو، ہم نے اس پانی کو جذب کرنے کے لیے، اس پر لحاف ڈال دیا۔ گھر میں صرف یہی لحاف تھا۔ آپ نے یہاں سات مہینے قیام فرمایا۔ (۱) یہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ میں پہلی قیام گاہ تھی۔

## ۷۶۔ سب سے پہلے یہودی کا اسلام۔ اسلام عبداللہ بن سَلام رضی اللہ عنہ

یہودی مکے میں نہیں تھے، ان سے مسلمانوں کا پہلا واسطہ مدینے میں ہجرت کے بعد پڑا، ان یہود میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت عبداللہ بن سلام ہیں، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلی ملاقات اور اپنے اسلام لانے کا ذکر اس طرح کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ جلدی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب دوڑے، ان میں، میں بھی شامل تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک ظاہر ہوا تو میں نے پہچان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹا نہیں ہوسکتا، میں نے آپ سے سب سے پہلے جو کلام سنا وہ یہ تھا آپ فرما رہے تھے۔

> سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، جب لوگ سو رہے ہوں اس وقت نماز (تہجد) پڑھا کرو، (اگر تم نے یہ عمل کیے تو) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ (۲)

---

۱۔ ابن ہشام: ج ۲، ص ۲۳۹۔ شامی: ج ۳، ص ۲۷۵

۲۔ مسند احمد: ج ۶، ص ۱۳۱، ۲۷۲، ۲۳۲۔ بیہقی، ابوبکر بن حسین (م ۴۵۸ھ) السنن الکبریٰ، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۶ھ: ج ۴، ص ۷۰، رقم ۴۷۵۲

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور تورات کے بڑے عالم تھے ان کا اصل نام حصین بن سلام تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام لانے کے بعد ان کا نام عبداللہ بن سلام رکھا۔(۱) عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت، نام اور زمانہ پہلے سے جانتا تھا، مگر کسی سے ظاہر نہیں کرتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ جب آپ نے قبا میں بنی عمرو بن عوف میں قیام فرمایا تو ایک آدمی نے آپ کی آمد کی خبر دی۔ اس وقت میں اپنے کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کام کر رہا تھا اور میری پھوپھی خالدہ بنت حارث درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خبر سنی تو وہیں سے خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ میری پھوپھی نے تکبیر سن کر مجھ سے کہا خدا کی قسم اگر تو موسیٰ علیہ السلام بن عمران کی آمد کی خبر سنتا تو اس سے زیادہ خوش نہ ہوتا۔ عبداللہ بن سلامؓ کہتے ہیں میں نے اپنی پھوپھی سے کہا خدا کی قسم یہ بھی موسیٰ بن عمران کے بھائی ہیں اور وہی دین دے کر بھیجے گئے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ پھر میری پھوپھی نے پوچھا، اے میرے بھتیجے! کیا یہ وہی نبی ہیں جن کے بارے میں ہمیں خبر دی گئی ہے کہ وہ قیامت کے سانس کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ میں نے اپنی پھوپھی کو جواب دیا ہاں یہ وہی نبی ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوا۔ پھر اپنے گھر والوں کے پاس جا کر ان کو دعوتِ اسلام دی، سب نے اسلام قبول کیا۔(۲)

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اسلام کو یہود سے چھپائے رکھا، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہود بہت بہتان باندھنے والی قوم ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے گھر کے کسی حصے میں چھپا دیں، اور ان پر میرا اسلام ظاہر ہونے سے پہلے ان کو بلا کر میرے بارے میں دریافت فرمائیں کہ میں ان میں کیسا ہوں۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن سلامؓ کو اپنے مکان کے ایک حصے میں چھپا دیا۔ یہود نے آ کر آپ سے سوالات کیے، پھر آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم میں حصین بن سلام کیسا آدمی ہے، انہوں نے کہا کہ وہ ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا

---

۱۔ فتح الباری: ج ۲، ص ۱۶۳

۲۔ ابن ہشام: ج ۲، ص ۲۵۷

ہے اور ہمارا سب سے بڑا عالم ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں جب یہود اپنی بات ختم کر چکے تو میں نکل کر ان کے سامنے آ گیا اور ان سے کہا کہ اے قوم یہود اللہ سے ڈرو اور جو کچھ حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو قبول کرو۔ خدا کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں، ان کا نام اور صفت توریت میں لکھی ہوئی ہے۔ جو تمہارے پاس ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور ان کی معرفت رکھتا ہوں۔ یہ سن کر یہود نے کہا کہ تو جھوٹا ہے، اس کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں نے آپ کو نہیں بتا دیا تھا کہ یہ بہت بہتان باندھنے والی، بیوفا، جھوٹی اور حق سے منہ پھیرنے والی قوم ہے۔ پھر انہوں نے اپنا اور اپنے اہل خانہ کا اسلام ظاہر کر دیا اور کہا کہ میری پھوپھی خالدہ بنت حارث بھی اسلام لے آئی ہیں۔ (۱) یہ یہود میں اسلام لانے والے سب سے پہلے فرد تھے۔

## ۷۷۔ مدینے میں پہلی مسجد، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر

مدینۂ منورہ میں قیام کے بعد آپ نے سب سے پہلے مسجدِ نبوی کی تعمیر فرمائی۔ حضرت ابوایوبؓ کے گھر کے قریب بنونجار کی کچھ زمین تھی جس میں کچھ قبریں اور کچھ کھجور کے درخت تھے۔ یہاں کھجوریں خشک کی جاتی تھیں۔ اور یہ زمین دو یتیم لڑکوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی، جو اپنے چچا کے زیر تربیت تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں یتیم لڑکوں کو بلا کر ان کے چچا کے ذریعے خرید و فروخت کی گفت گو فرمائی۔ ان دونوں نے عرض کی کہ ہم یہ زمین بلا کسی معاوضے کے آپ کی نذر کرتے ہیں، ہم اللہ کے سوا کسی سے اس کی قیمت کے طلب گار نہیں۔ لیکن ان کی یہ پیش کش آپ نے قبول نہیں فرمائی اور قیمت دے کر زمین خرید فرمالی۔ زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو اس زمین کی قیمت ادا کرنے کا حکم دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے دس دینار اس کی قیمت ادا کی۔

اس کے بعد آپ نے کھجور کے درخت کاٹنے اور مشرکین کی قبریں ہم وار کرنے کا حکم دیا

۱۔ ابن ہشام: ج ۲، ص ۲۵۷۔ عیون الاثر: ج ۱، ص ۲۳۱

اور تعمیر کے لیے کچھ اینٹیں بنوائی گئیں۔صحابہ کرامؓ کے ساتھ آپ بھی اینٹیں اٹھا کر لاتے تھے۔ اس موقع پر صحابہ کرامؓ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے اور حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ پڑھتے تھے۔آپ فرماتے تھے:

اللھم انہ لا خیر الا خیر الاخرہ

فانصر الانصار والمھاجرہ

اے اللہ آخرت کی بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں، پس تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما۔

مسجد ہر قسم کے تکلفات سے بری اور سادگی میں بے مثل تھی۔اس کی دیواریں کچی اینٹوں سے اور ستون کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے اور کھجور ہی کے پتوں اور شاخوں سے چھت بنائی گئی تھی۔بارش کے سبب پانی اندر ٹپکتا تھا۔اس کے تدارک کے لیے چھت کو گارے سے لیپ دیا گیا تھا، اور کچے فرش پر کنکریاں بچھا دی گئیں۔قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا اور مسجد میں تین دروازے بنائے گئے، ایک دروازہ اس طرف بنایا گیا جس طرف قبلے کی دیوار ہے۔اور دوسرا دروازہ مغرب کی جانب جسے اب باب الرحمت کہتے ہیں اور تیسرا دروازہ وہ تھا جس سے آپ آتے جاتے تھے۔اسے اب باب جبریل کہتے ہیں۔سولہ یا سترہ ماہ بعد جب قبلہ تبدیل ہو کر کعبے کی طرف ہو گیا تو وہ دروازہ جو مسجد کے عقب میں تھا بند کر دیا گیا اور اس کے مقابل دوسرا دروازہ قائم کر دیا گیا۔

مسجد کی لمبائی چوڑائی کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے سو گز لمبی سو گز چوڑی بتائی ہے، بعض نے ستر گز لمبی، ساٹھ گز چوڑی بتائی ہے۔صحیح یہ ہے کہ مسجد کی تعمیر دو مرتبہ ہوئی، پہلی تعمیر اس وقت ہوئی جب آپ ﷺ نے ہجرت فرما کر حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان پر قیام فرمایا۔دوسری تعمیر فتح خیبر کے بعد سن ۷ ہجری میں ہوئی۔پہلی تعمیر میں مسجد کی لمبائی چوڑائی سو گز سے کم تھی اور دوسری تعمیر میں سو گز سے کچھ زیادہ تھی۔(۱) یہ مدینہ منورہ کی پہلی مسجد ہے، جو آپ ﷺ نے قائم فرمائی۔

---

۱۔ بخاری: ج ۲، ص ۵۲۷، رقم ۳۹۳۲۔عیون الاثر: ج ۱، ص ۳۱۵

## ۷۸۔ سب سے پہلے حجرے

مسجد کی تعمیر کے بعد اس سے متصل ہی آپ ﷺ نے ازواجِ مطہرات کے لیے حجرے تعمیر کرائے، اس وقت حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عقدِ نکاح میں آچکی تھیں۔ اس لیے ابتدا میں دو ہی حجرے تعمیر کیے گئے۔ باقی حجرے بعد میں ضرورت کے مطابق تعمیر ہوتے رہے۔ مسجد سے متصل حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکانات تھے۔ جب آپ ﷺ کو ضرورت پیش آتی تو حضرت حارثہ اپنے یہ مکانات حسبِ ضرورت آپ کی نذر کردیتے تھے۔ اس طرح انہوں نے یکے بعد دیگرے اپنے تمام مکانات آپ ﷺ کی نذر کردیے۔(۱)

رسول اکرم ﷺ کے یہ حجرے اکثر صورتوں میں کھجور کی شاخوں اور کچی اینٹوں سے بنائے گئے تھے۔ ان کمروں کی لمبائی دس ہاتھ، چوڑائی ۶ ہاتھ اور اونچائی فقط اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہوکر چھت کو چُھو لے۔ یہ تمام حجرے مشرق اور شام کی جانب واقع تھے۔(۲)

## ۷۹۔ پہلا تحریری دستور

ہجرت کے پانچویں مہینے آپ نے ایک نہایت اہم دستور مرتب فرمایا، جس میں ریاست کے حکم ران اور اس کی رعایا کے حقوق و فرائض پوری تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس دستور کو دستور نبوی، میثاق مدینہ، صحیفہ، کتاب نبوی اور پہلا تحریری دستور بھی کہتے ہیں۔ یہ دستور درج ذیل دفعات پر مشتمل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ یہ تحریری معاہدہ اللہ تعالیٰ کے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے قریش واہل یثرب کے اسلام قبول کرنے والوں اور ان لوگوں کے درمیان ہے جو ان کی اتباع اور ان کے ساتھ الحاق کریں اور ان کے ہم راہ جہاد میں حصہ لیں۔

---

۱۔ زرقانی: ج۱،ص ۳۷۰، حلبی: ج ۲،ص ۲۷۰۳

۲۔ زرقانی: ایضاً

۲۔ اور یہ تمام (مسلمان، مہاجرین وانصار اور ان کے لواحقین و متبعین) دوسرے لوگوں سے ممتاز اور علیحدہ ایک امت تصور کیے جائیں گے۔

۳۔ وہ مہاجرین جو قریش میں سے ہیں وہ حسب سابق اپنے مجرموں کی دیت اور خون بہا وغیرہ کے ذمے دار ہوں گے اور اپنے قیدیوں کو معروف طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائیں گے اور مومنوں کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کریں گے۔

۴۔ بنو عوف اپنے سابق دستور کے مطابق اپنی پرانی دیت ادا کرتے رہیں گے اور ہر گروہ اپنے قیدیوں کو معروف طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائے گا اور مسلمانوں کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرے گا۔

۵۔ بنو حارث بھی اپنے سابق دستور کے مطابق اپنی پرانی دیت ادا کرتے رہیں گے اور ہر گروہ اپنے قیدیوں کو معروف طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائے گا اور مسلمانوں کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرے گا۔

۶۔ بنو ساعدہ بھی اپنے سابق دستور کے مطابق اپنی پرانی دیت ادا کرتے رہیں گے اور ہر گروہ اپنے قیدیوں کو معروف طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائے گا اور مسلمانوں کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرے گا۔

۷۔ بنو جشم بھی اپنے سابق دستور کے مطابق اپنی پرانی دیت ادا کرتے رہیں گے اور ہر گروہ اپنے قیدیوں کو معروف طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائے گا اور مسلمانوں کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرے گا۔

۸۔ بنو نجار بھی اپنے سابق دستور کے مطابق اپنی پرانی دیت ادا کرتے رہیں گے اور ہر گروہ اپنے قیدیوں کو معروف طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائے گا اور مسلمانوں کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرے گا۔

۹۔ بنو عمر بن عوف بھی اپنے سابق دستور کے مطابق اپنی پرانی دیت ادا کرتے رہیں گے اور ہر گروہ اپنے قیدیوں کو معروف طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائے گا اور مسلمانوں کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرے گا۔

۱۰۔ بنو نبیت بھی اپنے سابق دستور کے مطابق اپنی پرانی دیت ادا کرتے رہیں گے اور

ہر گروہ اپنے قیدیوں کو معروف طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائے گا اور مسلمانوں کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرے گا۔

۱۱۔ بنو اوس بھی اپنے سابق دستور کے مطابق اپنی پرانی دیت ادا کرتے رہیں گے اور ہر گروہ اپنے قیدیوں کو معروف طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائے گا اور مسلمانوں کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرے گا۔

۱۲۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے حاجت مند بھائی کو (جو مقروض ہو یا کسی ایسے جرم کا مرتکب ہوا ہو جس پر دیت واجب ہوتی ہو یا کہیں قید ہو جائے اور فدیہ دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو) بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے بل کہ عرف کے مطابق فدیہ، دیت اور تاوان ادا کرنے میں اس کی مدد کریں گے۔

۱۳۔ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے آزاد کردہ غلام کو اس کے آقا کی اجازت کے بغیر اپنا حلیف نہیں بنائے گا۔

۱۴۔ تمام متقی مومنوں کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ اگر ان میں سے کوئی شخص بغاوت کرے یا ظلم وتعدی کا مرتکب ہو یا گناہ اور سرکشی کا کام کرے یا مومنوں کے مابین فساد برپا کرے تو سب مل کر اس کو روکیں خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

۱۵۔ کوئی مومن دوسرے مومن کو کسی کافر کے عوض قتل نہیں کرے گا اور نہ کسی مومن کے خلاف کسی کافر کی مدد کرے گا۔

۱۶۔ خدا کی ذمے داری (تحفظ) اور پناہ ایک ہے۔ ایک ادنیٰ مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی اور مددگار ہیں۔

۱۷۔ یہودیوں میں سے جو لوگ مسلمانوں کی اتباع (معاہدہ) کریں گے ان کی مدد و حفاظت مسلمانوں کے ذمے ہوگی ان پر نہ کسی قسم کا ظلم ہوگا اور نہ ان کے خلاف دوسروں کی مدد کی جائے گی۔

۱۸۔ تمام مومنوں کی صلح (سِلْم) ایک ہے۔ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہوئے کوئی مومن دوسرے مومنوں کو چھوڑ کر اس وقت تک دشمن سے صلح نہیں کرے گا، جب تک وہ صلح تمام مسلمانوں کے لیے برابر اور عدل کے مطابق نہ ہو۔

۱۹۔ ہمارے ساتھ جہاد میں شریک ہر گروہ باری باری دشمن سے جنگ کرے گا۔

۲۰۔ مومن ایک دوسرے کا بدلہ (قصاص) لیں گے جو اللہ کی راہ میں خون بہانے پر انہیں پہنچے گا۔ یعنی اگر کوئی مسلمان خدا کی راہ میں شہید ہو جائے گا تو تمام مسلمان اس کا قصاص لیں گے۔

۲۱۔ تمام متقی اور پرہیز گار مومن راہ راست اور سب سے اچھے طریقے پر ہیں۔

۲۲۔ کوئی مشرک، قریش کے کسی شخص یا مال کو کسی قسم کی پناہ نہیں دے گا اور نہ کسی مومن کے خلاف ایسے کسی معاملہ میں دخل دے گا۔

۲۳۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو ناحق قتل کر دے اور اس کی واضح شہادت (گواہی) موجود ہو تو اس قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا سوائے اس کے کہ مقتول کا والی (وارث) خون بہا لینے پر راضی ہو جائے اور تمام اہل ایمان پر اس امر کی تعمیل لازمی ہو گی اور اس حد کے قائم کرنے کے علاوہ ان کے لیے کچھ حلال نہ ہوگا۔

۲۴۔ کسی مسلمان کے لیے جو اس معاہدے کے مندرجات کا اقرار کر چکا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ کسی فتنہ انگیز کی حمایت کرے یا اسے پناہ دے۔ جو شخص اس کی مدد کرے گا یا اسے پناہ دے گا تو قیامت کے روز اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب نازل ہوگا اور اس بارے میں اس کا کوئی عذر اور توبہ قبول نہ کی جائے گی۔

۲۵۔ اگر اہل معاہدہ میں کسی چیز کے متعلق اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کے فیصلے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے رجوع کیا جائے گا۔

۲۶۔ اور یہود مومنوں کے ساتھ مل کر جنگ کے اخراجات برداشت کریں گے جب تک وہ دونوں جنگ کی حالت میں رہیں گے۔

۲۷۔ بنوعوف کے یہود مسلمانوں کے ساتھ ایک جماعت (فریق) سمجھے جائیں گے۔ یہود کے لیے ان کا دین ہے اور مسلمانوں کے لیے ان کا دین ہے اور یہی ضمانت ان کے موالی اور ان کے اپنے لیے ہے۔ ان میں سے جو شخص ظلم کرے یا عہد شکنی کرے یا کوئی جرم کرے تو وہ صرف اپنے لیے اور اپنے خاندان کے لیے مصیبت پیدا کرے گا۔

۲۸۔ بنونجار کے یہود کے لیے وہی شرائط ہیں جو بنوعوف کے یہود کے لیے ہیں۔

۲۹۔ بنوحارث کے یہود کے لیے وہی شرائط ہیں جو بنوعوف کے یہود کے لیے ہیں۔

۳۰۔ بنوساعدہ کے یہود کے لیے وہی شرائط ہیں جو بنوعوف کے یہود کے لیے ہیں۔

۳۱۔ بنوجشم کے یہود کے لیے وہی شرائط ہیں جو بنوعوف کے یہود کے لیے ہیں۔

۳۲۔ ثعلبہ کے یہود کے لیے وہی شرائط ہیں جو بنوعوف کے یہود کے لیے ہیں۔ جو غلط کام، یا غداری کا مرتکب ہو وہ صرف اپنے اور اپنے خاندان کے لیے مصیبت پیدا کرتا ہے۔

۳۴۔ قبیلہ ثعلبہ کی شاخ جفنہ کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو ثعلبہ کو حاصل ہیں۔

۳۵۔ بنی شطیبہ کے لیے بھی وہی احکام و مراعات ہیں جو بنی عوف کے یہود کے لیے ہیں۔ اور غداری کی بہ جائے وفا شعاری کو اپنایا جائے۔

۳۶۔ ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی توق حاصل ہوں گے جو خود ثعلبہ کو حاصل ہیں۔

۳۷۔ اور یہود کی ذیلی شاخوں کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو اصل کے ہیں۔

۳۸۔ (جو قبائل اس معاہدے میں ریک ہیں) ان میں سے کوئی فرد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر (جنگ کے لیے) نہیں نکلے گا۔

۳۹۔ کسی کو تکلیف اوزخموں کا انتقام لینے پر کوئی پابندی نہیں ہوگی اور ان میں سے جو فرد یا جماعت قتل ناحق کا ارتکاب کرے اس کا وبال اور ذمے داری اس کی ذات اور اس کے اہل وعیال پر ہوگی۔ سوائے اس کے کہ اس پر ظلم ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ اس صحیفے کا سب سے سچا شاہد ہے۔

۴۰۔ (دفاع کے سلسلے میں) یہودی اور مسلمان اپنے اپنے خرچ کے ذمے دار ہوں گے۔

۴۱۔ اگر اہل معاہدہ میں سے کسی گروہ کو جنگ کا سامنا ہو تو باقی تمام اہلِ معاہدہ مل کر اس کی مدد کریں گے۔

۴۲۔ اور اہلِ معاہدہ (باہمی تعلقات میں خلوص کے ساتھ) صلح و خیر خواہی اور باہمی مشاورت کو اختیار کریں گے اور غداری کے بہ جائے وفا شعاری کو اپنائیں گے۔

۴۳۔ اور کوئی شخص اپنے کسی حلیف سے غداری نہیں کرے گا۔

۴۴۔اور مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

۴۵۔ جب تک جنگ جاری رہے گی یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کے اخراجات مساوی طور پر برداشت کریں گے۔

۴۶۔اور اس صحیفے والوں کے لیے حدود یثرب کا داخلی علاقہ (جوف) مقدس حرم ہے۔

۴۷۔ پناہ لینے والا پناہ دینے والے کی مانند ہے، نہ کوئی اس کو نقصان پہنچائے اور نہ وہ خود عہد شکنی کر کے گناہ گار بنے۔

۴۸۔اور کسی عورت کو اس کے خاندان والوں کی اجازت کے بغیر پناہ نہیں دی جائے گی۔

۴۹۔اگر اس معاہدے کو قبول کرنے والوں کے درمیان کوئی ایسا تنازعہ پیدا ہو جائے جس میں فساد کا اندیشہ ہو تو اس کے فیصلے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

۵۰۔اور اللہ اس صحیفے کے مندرجات کا محافظ وضامن ہے۔

۵۱۔قریش اور ان کے حامیوں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

۵۲۔اگر کوئی مدینے پر حملہ کرے تو اس کے مقابلے میں تمام یہودی اور مسلمان ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

۵۳۔اور جب انہیں (یہودی وغیرہ کو) کسی صلح نامے میں شرکت یا اس کی پابندی کے لیے بلایا جائے گا تو ان کے لیے اس میں شرکت کرنا اور اس کی پابندی کرنا ضروری ہوگا اور جب وہ (یہودی) اس قسم کے کام کے لیے بلائیں گے تو مومنوں کے لیے بھی اس میں شرکت اور اس کی پابندی ضروری ہوگی، سوائے اس کے کہ کوئی دین کی خاطر جنگ کرے۔

۵۴۔تمام لوگ اپنی اپنی جانب کے حصے (کی مدافعت) کے ذمے دار ہوں گے۔

۵۵۔قبیلہ اوس کے یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو معاہدہ کرنے والے دوسرے قبائل کے ہیں خواہ وہ اصل ہوں یا موالی بہ شرطے کہ وہ صحیفے والوں کے ساتھ وفاداری اور عہد کی پابندی کریں اور غداری کے بہ جائے وفا شعاری کو اپنائیں۔

۵۶۔ ہر کمانے والا اپنی کمائی کا ذمے دار ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس صحیفے کے صحیح ترین مندرجات کا محافظ ہے۔

۵۷۔ یہ تحریر کسی ظالم یا غدار کی پشت پناہی نہیں کرے گی۔ اس معاہدے میں شریک گروہوں میں سے اور ان میں سے جو (کسی جنگی ضرورت کے تحت مدینے سے) باہر نکلے گا تو وہ امن وحفاظت کا مستحق ہوگا، سوائے اس شخص کے جو ظلم کرے یا غداری کرے۔

۵۸۔ اللہ تعالیٰ ان کا محافظ وپناہ گاہ ہے جو وفا شعار اور پرہیزگار ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے رسول ہیں۔(۱)

اس دستور کو بعض مؤرخین اور سیرت نگاروں نے میثاق مدینہ کا نام دیا ہے اور بعض نے اس کو معاہدہ کہا ہے۔ امام ابوداؤد، امام احمد ابن حنبل، ابن ہشام، ابن سعد اور کئی دوسرے سیرت نگاروں نے اس کے لیے کتاب کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ کتاب کا عربی ترجمہ فیصلہ یا چارٹر ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں بھی کتاب کا لفظ ان معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ (۲)

اگر اللہ کا فیصلہ نہ آچکا ہوتا۔

اس لیے یہاں کتاب کے معنی میثاق یا معاہدہ لینا درست نہیں۔ یہ دستور یا فیصلہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ اس چارٹر کو جاری کرنے میں یقیناً آپ نے مختلف قبائل سے بات چیت کی اور ان کے مشورے سے ہی اس کی تفصیلات طے کیں۔

دستور کی دفعات کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ نے ۵۲ دفعات قرار دی ہیں۔ مشہور ڈچ مستشرق وینسنک ۴۷ اور بعض دوسرے سیرت نگاروں نے ۵۶ دفعات قرار دی ہیں۔ تقریباً تمام قدیم سیرت نگار اس دستور کو ایک ہی وقت میں ہونے والا ایک معاہدہ قرار دیتے ہیں۔

جب کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ اور کئی دوسرے حضرات کا یہ خیال ہے کہ یہ دو الگ دستاویزات تھیں جو دو مختلف اوقات میں مرتب ہوئیں اور بعد میں ان کو ملا کر ایک کر دیا گیا۔ پہلا حصہ جو ہجرت مدینہ کے بالکل ابتدائی دنوں میں جاری ہوا تھا اس میں کل ۲۵ دفعات ہیں اور یہ مہاجرین وانصار کے مختلف قبائل کے درمیان طے پانے والا معاہدہ تھا۔

---

۱۔ ابن ہشام: ج۲، ص۲۴۱

۲۔ الانفال:۶۸

دستور کا دوسرا حصہ غزوۂ بدر کے بعد جاری ہوا۔ اس کی رو سے یہودی قبائل بھی اس معاہدے میں شامل ہوئے۔

یہ تحریری دستاویز ایک آئینی دستاویز ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ، ولہاؤزن اور کئی دوسرے جدید مصنفین نے بجا طور پر اس کو انسانی تاریخ کا پہلا تحریری دستور کہا۔ یقیناً یہ انسانی تاریخ کا پہلا تحریری اور مدون دستور ہے۔ اس سے پہلے کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی ریاست کے نظام کو چلانے کے لیے تحریری دستور مرتب کیا گیا ہو۔ (۱)

## ۸۰۔ سب سے پہلا وقف

بنی نضیر کے یہود میں ایک شخص کا نام مخیریق تھا، جس نے خفیہ طور پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ بنو نضیر کے یہودیوں میں سب سے زیادہ دولت مند آدمی تھا۔ انتقال سے پہلے جب وہ بیمار تھے تو آپ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ انہوں نے اپنی بہت سی زمینیں اور باغات آپ کو دینے کی وصیت کی تھی۔ انتقال کے بعد ان کے ورثا نے آپ کو بتایا کہ یہ باغات مخیریق نے آپ کے لیے وصیت کیے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سارے باغات اور زمین لے کر اپنی طرف سے وقف کر دی، جس سے اسلامی ریاست کے بہت ضروری اخراجات ادا ہوتے تھے غریبوں، ناداروں اور اصحاب صفہ کی ضروریات بھی اسی سے پوری ہوتی تھیں۔ اسلام میں یہ پہلا وقف تھا جو آپ نے قائم فرمایا۔ (۲)

## ۸۱۔ سب سے پہلی اذان

اذان کی مشروعیت اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، جیسا کہ نماز میں رکوع، جماعت اور تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز کی ابتدا کرنا یہ سب اس امت کی خصوصیات ہیں۔ اذان اور اقامت کی مشروعیت ہجرت کے پہلے سال اور ایک قول کے مطابق دوسرے سال میں

---

۱۔ غازی، محمود احمد (م ۲۰۱۰ء)، محاضرات سیرت، الفیصل، لاہور ۲۰۲۲ء: ص ۳۳۷۔۳۳۸

۲۔ عمر بن شبۃ (م ۲۶۲ھ)۔ تاریخ المدینۃ لابن شبۃ طبع علی نفقۃ، ت: السید حبیب محمود احمد، جدۃ ۱۳۹۹ھ: ج ۱، ص ۱۷۳۔ الطبقات الکبریٰ: ص ۵۰۱

ہوئی۔ ابن حجرؒ نے پہلا قول راجح قرار دیا ہے۔(۱) بعض روایات میں اذان کی مکہ مکرمہ میں مشروعیت کا ذکر ہے۔ مثلاً ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ اذان اسرا کی رات مشروع ہوئی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپس تشریف لا کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سکھائی۔ اور ابنِ مردویہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت ہے۔ اس میں بھی اسرا کے موقع پر اذان کی مشروعیت کا ذکر ہے۔ مگر ان دونوں روایات کو محدثین نے منکر اور موضوع کہا ہے۔ علامہ ذہبی کی بھی یہی رائے ہے اور علامہ سیوطیؒ بھی یہی کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے قبل از ہجرت اذان دینا ثابت نہیں، اور جن روایات میں اس کا ذکر ہے وہ ضعیف ہیں۔ ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ مشہور قول جس کو اکثر علما نے صحیح قرار دیا ہے اور اس پر صحیح احادیث بھی موجود ہیں یہی ہے کہ اذان کی مشروعیت ہجرت کے بعد ہوئی ہے۔ علامہ ابن حجرؒ کا خیال بھی یہی ہے۔ اور علامہ ابن منذر لکھتے ہیں کہ فرضیتِ نماز سے ہجرتِ مدینہ تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذان کے بغیر نماز پڑھتے تھے۔(۲)

چناں چہ اس کی تفصیل کچھ یوں بیان کی جاتی ہے کہ جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ لوگوں کو کس طرح جمع کیا جائے۔ کسی نے کہا کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے جس کو دیکھ کر مسلمان ایک دوسرے کو مطلع کر دیں۔ مگر یہ رائے پسند نہیں کی گئی۔ پھر یہ رائے پیش ہوئی کہ یہود کی طرح بوق (سینگ یا بگل) استعمال کیا جائے، جس کی آواز سے یہود نماز کی اطلاع دیا کرتے تھے، مگر چوں کہ یہ یہود کا طریقہ تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بھی ناپسند فرمایا۔ پھر ناقوس کا ذکر ہوا، جسے نصاریٰ اپنی نماز کی اطلاع دینے کے لیے استعمال کرتے تھے، مگر یہ نصاریٰ کا شعار تھا، اس لیے یہ تجویز بھی رد ہوگئی، پھر کہا گیا کہ آگ جلا دی جایا کرے، جس کو دیکھ کر لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ مگر یہ مجوسیوں کا طریقہ تھا، اس لیے اس کو بھی پسند نہ کیا گیا، آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی شخص کیوں نہ مقرر کر دیا جائے جو نماز کے لیے بلند آواز سے پکار دیا کرے۔ چناں چہ

---

۱۔ فتح الباری: ج۲، ص۹۹

۲۔ شامی: ج۳، ص۳۵۷، حلبی: ج۲، ص۲۹۶

یہ تجویز منظور ہوئی۔ (اور عارضی طور پر) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ نماز کے وقت الصلاۃ جامعۃ کی صدا بلند کر دیا کریں۔ (۱)

اس بات کی تائید ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بخاری کی روایت سے بھی ہوتی ہے اور اس میں اذان کی مدینے میں مشروع ہونے کی بھی صراحت ہے، روایت یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب مسلمان (ہجرت کر کے) مدینہ منورہ پہنچے تو مسلمان وقت متعین کر کے جمع ہو جایا کرتے تھے، ان کو نماز کے لیے بلایا نہیں جاتا تھا، ایک روز اس بارے میں مشورہ ہوا، پس کسی نے کہا کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس بنا لیا جائے۔ کسی کی رائے ہوئی کہ یہود کے قرن کی طرح کوئی بوق مقرر کر لیا جائے، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی شخص کو کیوں نہ بھیج دیا جائے جو نماز کا اعلان کر دیا کرے، اس پر نبی ﷺ نے فرمایا بلال اٹھو اور نماز کی منادی کر دو (۲) اس فیصلے کے بعد مجلس برخاست ہوگئی۔ اس واقعے کے بعد حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک فرشتے کو دیکھا اور اس نے انہیں اذان سکھائی، اس کے متعلق خود عبداللہ بن زید فرماتے ہیں کہ میں خواب کی حالت میں تھا کہ ایک شخص آیا جس نے دو سبز چادریں اوڑھی ہوئی تھیں اور ہاتھوں میں ناقوس لیا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے کیا یہ ناقوس بیچو گے؟ اس نے کہا تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا ہم اس کے ذریعے لوگوں کو نماز کے لیے بلائیں گے۔ اس نے کہا کہ اس کام کے لیے میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو اس سے بہتر ہو؟ میں نے کہا کیوں نہیں، چناں چہ اس نے کہا:

الله اكبر. الله اكبر. الله اكبر. الله اكبر. اشهد ان لا اله الا الله. اشهد ان لا اله الا الله. اشهد ان محمدا رسول الله. اشهد ان محمدا رسول الله. حی علی الصلوة. حی علی الصلوة. حی علی الفلاح. حی علی الفلاح. الله اكبر. الله اكبر لا اله الا الله

پھر وہ مجھ سے تھوڑا سا پیچھے ہٹا اور کہنے لگا کہ اور جب جماعت کھڑی ہو جائے تو کہو:

---

۱۔ حلبی: ج ۲، ص ۲۹۶۔ فتح الباری: ج ۲، ص ۹۹

۲۔ بخاری: ج ۱، ص ۱۴۹، رقم ۶۰۴

اللہ اکبر اللہ اکبر. اشھد ان لا الہ الا اللہ. اشھد ان محمدا رسول اللہ. حی علی الصلوۃ. حی علی الفلاح. قد قامت الصلوۃ قد قامت الصلوۃ. اللہ اکبر. اللہ اکبر. لا الہ الا اللہ.

خواب دیکھنے کے بعد عبداللہ بن زیدؓ نے حضور ﷺ کے پاس مسجد نبوی میں آ کر اطلاع دی۔ آپ نے خواب سن کر فرمایا کہ یہ خواب ان شاء اللہ حق ہے اور فرمایا کہ یہ اذان بلال رضی اللہ عنہ کو سکھادو، ان کی آواز بلند ہے۔ چناں چہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے چادر گھسیٹتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے۔ جیسے عبداللہ نے دیکھا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سمیت چودہ اور صحابہؓ نے بھی خواب میں اذان کا مشاہدہ کیا تھا۔ (۱)

## ۸۲۔ مدینے میں مہاجرین میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے۔ عبداللہ بن زبیر

جب حضرت اسما بنت ابی بکر ہجرت کر کے مدینے آئیں تو امید سے تھیں، پھر قبا میں عبداللہ بن ابی زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، پھر وہ نومولود کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئیں آپ علیہ السلام نے انہیں گھٹی دی اور ان کا نام عبداللہ رکھا اور مسلمانوں کو آپ کی پیدائش سے بہت خوشی ہوئی، کیوں کہ یہود کہتے تھے کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے، اب ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوگی۔ چناں چہ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو مسلمانوں نے خوشی سے تکبیر کہی، اور جب بعد میں عہد بنی امیہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے پر شامی لشکر کی تکبیریں سنیں تو فرمایا کہ اللہ کی قسم ان کے پیدا ہونے پر تکبیریں کہنے والے ان کے قتل ہونے پر تکبیریں کہنے والوں سے

---

۱۔ ابوداؤد: ج ۱، ص ۱۹۹، رقم ۴۹۹۔ حلبی: ج ۲، ص ۲۹۸۔ ۳۰۰۔ عیون الاثر: ج ۱، ص ۳۲۸

زیادہ افضل تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کے کان میں ان کی پیدائش کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اذان دی۔(۱)

## ۸۳ انصار میں ہجرت کے بعد سب سے پہلی پیدائش

اسی طرح انصار میں پیدا ہونے والے پہلے بچے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ تھے، یہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہم عمر تھے، چناں چہ انصار و مہاجرین میں دونوں کی پیدائش پر خوشی کی گئی اور اس کی تشہیر کی گئی، تاکہ یہود کی بات کو غلط ثابت کیا جاسکے۔(۲)

## ۸۴۔سب سے پہلی آیت جہاد

مکی عہد میں مسلمانوں کو لڑنے یا کفار مکہ کی شرارتوں کا جواب دینے کی اجازت نہیں تھی۔ اجازت جہاد مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد ملی اور انہیں اذن جہاد حاصل ہوا۔ یہ اجازت قرآن کریم میں نازل ہوئی ہے۔لیکن جہاد کے حوالے سے قرآن کریم میں بہت سی آیات موجود ہیں ان میں سے پہلی نازل ہونے والی آیت قتال کون سی ہے۔اس بارے میں مفسرین کرام کے تین اقوال ملتے ہیں:

۱۔سورۂ حج کی آیت (۳)

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَٰتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا۔ (۴)

ان کو (جنگ کی) اجازت دی گئی جن سے قتال کیا جاتا ہے، کیوں کہ ان پر ظلم

---

۱۔ اسماعیل بن کثیر (م ۷۷۴ھ)، البدایۃ والنہایۃ، دار ابن کثیر، بیروت ۱۴۲۸ھ: ج ۳، ص ۵۱۲۔ ذھبی، محمد بن احمد (م ۷۴۸ھ)، سیر اعلام النبلاء، دار الحدیث، قاھرہ ۱۴۲۷ھ: ج ۴، ص ۳۹۷، ترجمہ ۲۷۵۔ ابو العاصم الشیبانی۔ کتاب الاوائل: رقم ۱۲۲۔

۲۔ ابو العاصم الشیبانی۔ الاوائل: رقم ۱۲۲

۳۔ المستدرک للحاکم، دار الکتب العلمیہ، بیروت: ج ۲، ص ۷۶، رقم ۲۳۷۶

۴۔ الحج: ۳۹

کیا گیا۔

۲۔سورۂ بقرہ کی آیت (۱)

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا۔ (۲)

اور جو تم سے قتال کرتے ہیں تم بھی ان سے اللہ کی راہ میں قتال کرو اور زیادتی نہ کرو۔

۳۔سورۂ توبہ کی آیت (۳)

إِنَّ اللهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ۔ (۴)

بلاشبہ اللہ نے مومنوں کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا ہے۔وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں۔وہ قتل کرتے ہیں اور خود قتل ہوتے ہیں۔

پہلا قول زیادہ راجح ہے، کیوں کہ وہ صحیح حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ امام حاکم نے نقل کیا ہے۔

## ۸۵۔سب سے پہلا سریہ سریہ حمزہ (مہم سِیْفُ البحر)

ہجرت کے ساتویں مہینے یعنی ذیقعدہ ۱ ہجری قمری (رمضان ۱ ہجری قمریہ شمسی/مئی ۶۲۳ء) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی اجازت ملنے کے بعد پہلا لشکر تیار کر کے روانہ فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳۰ مہاجرین (ان میں کوئی انصاری نہیں تھا) کو حضرت حمزہؓ کی سرکردگی میں مشرکین کی ایک جماعت کے مقابلے کے لیے بھیجا، جو شام سے واپس آ رہی تھی۔مشرکین کی اس جماعت میں ۳۰۰ آدمی تھے اور ابوجہل اس کا سربراہ تھا۔

حضرت حمزہؓ مقام عیص کے قریب واقع سِیْفُ البحر تک پہنچے تو کفار سے آمنا سامنا ہو گیا

۱۔ تفسیر طبری، موسسۃ الرسالہ، ۱۴۲۰ھ: ج ۳، ص ۵۶۱، رقم ۳۰۸۹

۲۔ البقرۃ: ۱۹۰

۳۔ وھبۃ الزحیلی، التفسیر المنیر، دار الفکر، بیروت: ج ۱۷ ص ۲۲۷

۴۔ التوبۃ: ۱۱۱

اور جنگ کے لیے صفیں قائم ہو گئیں، مگر ایک شخص مجدی بن عمرو الجہنی نے جو دونوں فریقوں کا حلیف تھا، بیچ میں پڑ کر معاملہ رفع دفع کرا دیا۔ ابو جہل اپنا قافلہ لے کر مکے چلا گیا اور حضرت حمزہؓ اپنے آدمیوں کے ہم راہ مدینے واپس آ گئے۔

اس سریے کو سیف البحر بھی کہتے ہیں۔ یہ اسلامی تاریخ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کا پہلا لشکر تھا۔(۱)

## ۸۶۔ سب سے پہلے امیر

اسی سریہ حمزہ میں، مہم سیف البحر کے لیے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا گیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے کسی لشکر پر مقرر کیے جانے والے پہلے امیر تھے۔(۲)

## ۸۷۔ پہلا جنگی علم

ہجرت کے ساتویں مہینے یعنی ذیقعدہ ا ہجری قمری (رمضان ا ہجری قمریہ شمسی/ مئی ۶۲۳ء) میں اسی مہم سیف البحر یا سریہ حمزہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلا علم جو سفید رنگ کا تھا، حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے لیے تیار فرمایا۔ یہ اسلامی تاریخ کا پہلا جنگی علم تھا۔(۳)

## ۸۸۔ سب سے پہلے جنگی علم بردار

اسی سریہ حمزہ (مہم سیف البحر) میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے لیے پہلا علم تیار فرمایا اور یہ علم ابو مرثد الغنویؓ کو دیا گیا۔(۴) یوں ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ اسلامی عہد میں کسی بھی جنگی مہم کے پہلے علم بردار تھے۔

---

۱۔ ابن ہشام: ج ۳، ص ۲۰۔ ابن سعد: ج ۲، ص ۴۔ واقدی، محمد بن عمر، کتاب المغازی، عالم الکتب، بیروت: ج ۱، ص ۹

۲۔ واقدی: ج ۱، ص ۹

۳۔ واقدی: ایضاً

۴۔ حلبی، علی بن ابراہیم، السیرۃ الحلبیۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۷ھ: ج ۳، ص ۲۱۴

## ۸۹۔سب سے پہلا تیر

مسلمانوں کی جانب سے سب سے پہلا تیر ہجرت کے آٹھ ماہ بعد ذی الحجہ ۱ ہجری قمری (شوال ۱ ہجری قمریہ شمسی/ جون ۶۲۳ء) میں سریہ عبیدہ بن حارث (مہم رَابِغ) میں پھینکا گیا۔اس مہم کی تفصیل یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساٹھ یا اسی مہاجرین پر مشتمل دستے کا امیر بنا کر حضرت عبیدہ بن حارثؓ کو رابغ کی طرف روانہ فرمایا۔اس دستے میں بھی کوئی انصاری شامل نہیں تھا۔اس کا علم بھی سفید رنگ کا تھا اور مِسْطَحْ بن اُثاثہ اس کے علم برادر تھے۔

جب یہ لوگ ثنیۃ المرہ کے نیچے پہنچے تو وہاں ایک روایت کے مطابق دوسو آدمی اور ایک روایت کے مطابق تین سو مشرکین مکہ کی ایک جماعت ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابوجہل کے ساتھ جمع تھی۔ یہاں بھی لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔صرف حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کفار پر ایک تیر پھینکا تھا جو مسلمانوں کی طرف سے کفار پر پھینکا جانے والا پہلا تیر تھا۔لیکن اس تیر سے کسی کا جانی نقصان نہیں ہوا۔(۱)

## ۹۰۔سب سے پہلے تیر انداز

اجازت جہاد کے بعد اسی مہم میں پہلا تیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کفار پر پھینکا تھا۔یوں حضرت سعد بن ابی وقاص پہلے تیرانداز ہوئے۔

## ۹۱۔سب سے پہلی لڑائی۔سریہ عبداللہ بن جحش (مہم نَخْلَہ)

جہاد کی اجازت ملنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سے چھوٹے چھوٹے سرایا روانہ فرمائے،مگر لڑائی کی پہلی بار نوبت سریہ عبداللہ بن جحش میں آئی۔اس کا واقعہ یوں ہے کہ جنگ بدر سے دو مہینے پہلے ۳۰ رمضان ۲ ہجری قمری (۳۰ جمادی الآخر قمریہ شمسی/ ۲۶ مارچ ۶۲۴ء) بہ روز پیر کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جحش کو

---

۱۔ واقدی: ج ۱،ص ۱۰۔ابن ہشام: ج ۳،ص ۱۸۔ابن سعد: ج ۲،ص ۴

امیر بنا کر آٹھ مہاجرین کے ہم راہ مقام نخلہ کی طرف روانہ فرمایا(۱)

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ اس لشکر میں حضرت عبداللہ کے علاوہ آٹھ آدمی تھے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ بارہ آدمی تھے اور ایک ایک اونٹ پر دو دو آدمی سوار تھے۔ آں حضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ کو ایک خط دیکر حکم دیا کہ اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ اور یہ خط اس وقت تک نہ کھولنا جب تک تم دو دن کا راستہ طے نہ کر لو۔ دو دن کا سفر طے کرنے کے بعد اس خط کو کھول کر دیکھنا اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہو اس پر عمل کرنا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سنا دینا اور اپنے ساتھ لے جانے میں اپنے کسی ساتھی پر زبردستی نہ کرنا۔

اس کے بعد جب حضرت عبداللہ چلنے لگے تو انہوں نے آں حضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کس طرف جاؤں۔ آپ نے فرمایا کے نجد کی طرف۔ حضرت عبد اللہ روانہ ہو گئے اور دو روز کا سفر طے کرنے کے بعد ایک جگہ پڑاؤ کیا اور آں حضرت ﷺ کا والا نامہ کھولا تو اس کا مضمون اس طرح تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد تم اللہ کی برکت اور اس کی رحمت پر بھروسہ کر کے اپنے ہم راہیوں میں سے ان کو لے کر چلے جاؤ جو تمہارے کہنے میں ہوں۔ بطن نخلہ میں پہنچ کر قریش کے قافلے کا انتظار کرو۔ امید ہے کہ ان کا مال تمہارے ہاتھ لگے اور تم اسے ہمارے پاس لے آؤ۔(۲)

حضرت عبداللہؓ نے اس والا نامے کو دیکھ کر فوراً رضامندی ظاہر کرتے ہوئے اس خط کا مضمون اپنے ساتھیوں کو سنایا اور ان سے یہ بھی کہہ دیا کہ آں حضرت ﷺ نے مجھے اس سے منع فرمایا ہے کہ میں تم میں سے کسی پر زبردستی کروں۔ اب تم میں سے جس کو شہادت پسند ہو وہ تو ساتھ چلے اور جس کو یہ پسند نہ ہو وہ واپس چلا جائے۔ اور پھر آپ آگے روانہ ہوئے تو آپ کے سب ساتھی آپ کے ہم راہ تھے۔

جب یہ لوگ معدن پہنچے (حجاز کے علاقے میں فرع سے اوپر ایک مقام ہے جسے بحران

---

۱۔ نخلہ مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے اور مکے سے نخلہ تک ایک دن اور ایک رات کا راستہ ہے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں جنات نے آپ سے قرآن سنا تھا

۲۔ واقدی: ج۱ص۱۳، شامی: ج۶ص۱۷

کہتے ہیں) تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور عتبہ بن غزوانؓ کا اونٹ گم ہو گیا۔ یہ دونوں اونٹ کی تلاش میں دور تک نکل گئے۔ پھر جب اونٹ ملا تو راستہ بھول گئے۔ اس طرح کئی روز کی تاخیر ہو گئی۔ اس لیے یہ لوگ پیچھے رہ گئے اور اپنے ہم راہیوں کے ساتھ نہ جا سکے۔ باقی لوگ حضرت عبداللہؓ کے ہم راہ نخلہ پہنچ گئے۔ قریش کا ایک تجارتی قافلہ جس میں عمرو بن الحضرمی، عبداللہ بن مغیرہ کے دولڑکے عثمان بن عبداللہ اور نوفل بن عبداللہ اور ہشام بن مغیرہ کا مولیٰ حکم بن کیسان تھے آتا ہوا دکھائی دیا۔ قافلے کے اونٹوں پر زیتون کا تیل، کشمش اور چمڑے وغیرہ پر مشتمل سامان تجارت لدا ہوا تھا۔ قافلے کے لوگ مسلمانوں کو دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئے۔

یہ واقعہ ایسے وقت ہوا جب ماہ جمادی الآخر ختم اور ماہ رجب شروع ہو رہا تھا۔ اور اس بات کا یقین نہیں تھا کہ حملہ ماہ رجب (یعنی ماہ حرام) میں ہوا یا ماہ جمادی الآخر میں۔ حضرت عبداللہؓ نے اپنے ساتھیوں سے اس بات میں مشورہ کیا کہ اگر اہل قافلہ کو چھوڑ دیا جائے تو یہ مکے جا کر میری یہاں موجودگی کی خبر پھیلا دیں گے اور اگر لڑائی کریں تو کہیں رجب کا مہینہ نہ شروع ہو گیا ہو جس میں قتال حرام ہے۔ ان کو تردد ہوا اور وہ گناہ کے خیال سے پیش قدمی سے ڈرے۔ بالآخر یہی طے پایا کہ لڑ کر اس خطرے کو دور کر دیا جائے۔ حضرت عبداللہؓ کے ساتھیوں میں سے واقد بن عبداللہ سہمی نے ایک تیر مارا جس سے عمرو بن الحضرمی مر گیا جو مشرکوں میں سے مسلمانوں کے ہاتھوں سب سے پہلا قتل تھا۔ اس کے مرتے ہی قافلے کے باقی لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں نے تمام سامان پر قبضہ کر لیا جو اسلام میں سب سے پہلا مال غنیمت تھا۔ اہل قافلہ میں سے عثمان اور حکم گرفتار ہوئے جو مشرکین کے سب سے پہلے قیدی تھے۔ جب کہ نوفل بھاگ نکلنے میں کام یاب ہو گیا۔ اس وقت تک مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا، اس لیے حضرت عبداللہؓ نے بعض مفسرین کے مطابق محض اپنے اجتہاد سے چار خمس اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیے اور باقی ایک خمس مدینے پہنچ کر آں حضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ اسلام میں سے پہلا خمس تھا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں ماہ حرام میں لڑائی کی اجازت تو نہیں دی تھی۔ پھر اس مال غنیمت میں سے آپ نے کچھ نہیں لیا اور فرمایا کہ جب تک وحی نازل نہ ہو اس وقت تک مال غنیمت اور قیدیوں کو حفاظت سے رکھو۔ مسلمانوں میں بھی یہ بات سخت ناپسند کی

گئی اور کفار نے تو کہنا شروع کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب نے حرمت کے مہینوں میں قتال کو حلال کر لیا۔ یہ حالات دیکھ کر حضرت عبد اللہؓ اور ان کے ساتھیوں کو بڑا صدمہ ہوا اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ ان سے بہت بڑی غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ابن حضرمی کو قتل کرنے کے بعد شام کو ہم نے رجب کا چاند دیکھا مگر ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ہم نے یہ قتل رجب میں کیا یا جمادی الثانی میں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ط قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ط وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ق وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللهِ ج وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط (۱)

لوگ آپ سے ماہ حرام میں لڑنے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اس میں لڑنا بہت برا (فعل) ہے، مگر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور اللہ کے بندوں پر مسجد حرام کا راستہ بند کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا (یہ سب افعال) اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ برے ہیں اور فتنہ تو قتال سے بھی زیادہ شدید ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت میں سے خمس لے لیا اور باقی مال حضرت عبد اللہ اور ان کے ساتھیوں میں تقسیم فرما دیا۔ اہل مکہ نے اپنے دونوں قیدیوں کے فدیے میں کچھ مال بھیجا تھا۔ آپ نے فدیہ لانے والوں سے فرمایا کہ سعدؓ اور عتبہؓ کے آنے تک ان دونوں کو قید رکھیں گے، کیوں کہ تمہاری طرف سے ہمیں اندیشہ ہے۔ اگر ہمارے دونوں آدمی نہ آئے تو ان کے بدلے میں ہم ان دونوں کو قتل کر دیں گے۔

کچھ دنوں کے بعد سعدؓ اور عتبہؓ بہ خیر و عافیت آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے دونوں قیدیوں کا فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا۔ حکم بن سنانؓ تو اسی وقت مسلمان ہو گئے اور آپ کے پاس ہی مدینے میں رہنے لگے اور بعد میں بیئر معونہ کی لڑائی میں شہید ہو گئے مگر

---

۱۔ البقرہ: ۲۱۷

عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ مکے چلا گیا اور وہیں کفر کی حالت میں مر گیا۔ جب کہ نوفل غزوہؓ خندق میں اپنے گھوڑے کے ساتھ خندق کو پار کرنے کی کوشش میں گھوڑے سمیت خندق میں گر کر ہلاک ہوا۔(۱)

یہ پہلا موقع تھا، جب مسلمانوں کی باقاعدہ کافروں سے لڑائی کا موقع پیش آیا۔

## ۹۲۔سب سے پہلا تیر، جس سے کافر قتل ہوا

اسی سریہ عبداللہ بن جحش میں حضرت واقد بن عبداللہ سہمی رضی اللہ عنہ نے ایک تیر مارا جس سے عمرو بن الحضرمی مر گیا۔ یہ مشرکوں میں سے مسلمانوں کے ہاتھوں ہونے والا سب سے پہلا قتل تھا۔(۲)

## ۹۳۔سب سے پہلا قتل مشرک

اسی واقد بن عبداللہ سہمی رضی اللہ عنہ کے تیر سے اسی واقعے میں عمرو بن الحضرمی مر گیا، جو مشرکوں میں سے مسلمانوں کے ہاتھوں سب سے پہلا قتل تھا۔(۳)

## ۹۴۔میدان جنگ میں انصار کے پہلے شہید

امام واقدی فرماتے ہیں کہ زمانہ اسلام میں انصار میں سب سے پہلے شخص جو راہ خداوندی میں شہید ہوئے وہ عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ تھے، انہیں خالد بن اعلم نے شہید کیا، یہ واقعہ غزوہ بدر میں پیش آیا۔(۴)

واقدی مزید فرماتے ہیں کہ ایک روایت کے مطابق انصار کے پہلے شہید حارثہ بن سراقہ ہیں، جو حبان بن عرقہ کے تیر سے شہید ہوئے۔(۵)

---

۱۔ واقدی: ج۱ص ۱۳۔شامی: ج۶ص۱۶

۲۔ واقدی: ج۱ص ۱۳۔شامی: ج۶ص۱۶

۳۔ ایضاً

۴۔واقدی: ج۱ص۱۴۶

۵۔ایضاً

## ۹۵۔میدانِ جنگ میں مہاجرین کے پہلے شہید

امام واقدی فرماتے ہیں کہ مہاجرین میں سب سے پہلے جو شخص دوران جنگ شہید ہوئے وہ حضرت عمر کے مولیٰ مجع تھے، انہیں عامر بن الحضرمی نے شہید کیا۔(۱)

## ۹۶۔سب سے پہلا مالِ غنیمت

سریہ عبداللہ بن جحش (مہم نَخلَہ) میں ہی مسلمانوں کو جو مالِ غنیمت حاصل ہوا، وہ جہاد کے نتیجے میں حاصل ہونے والا سب سے پہلا مال غنیمت تھا۔(۲)

## ۹۷۔سب سے پہلا غزوہ ذِی العشیرہ

سب سے پہلا غزوہ غزوۂ ذی العشیرہ ہے۔جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس شریک ہوئے۔ یہ غزوہ یکم جمادی الاولیٰ ۲ ہجری قمری (یکم صفر بہ کبیسۂ محرم ۲ ہجری قمریہ شمسی/ ۳۱ اکتوبر ۶۲۳ء) بہ روز پیر ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ کو مدینے میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور ۱۵۰ یا دوسو مہاجرین کو ساتھ لے کر قریش کے ایک قافلے کو روکنے کے لیے عُشَیرَہ کی طرف روانہ ہوئے جو یَنبُع کے قریب ہے۔آپ کے ساتھ سواری کے لیے ۳۰ اونٹ تھے۔صحابہ کرام ان پر باری باری سوار ہوتے تھے۔آپ کا علم سفید رنگ کا تھا جو حضرت حمزہؓ کو دیا گیا تھا۔

ذی العشیرہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ مشرکین کا قافلہ کئی روز پہلے گزر چکا ہے۔ پھر آپ نے کچھ دن یہیں قیام فرمایا اور بنی مُدلِج سے معاہدہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے واپس چلے گئے۔(۳)

## ۹۸۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے پہلے جانشین

اسی غزوۂ ذِی العشیرہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں اپنی غیر موجودگی میں

---

۱۔واقدی، کتاب المغازی، تحقیق مارسڈن جونز، عالم الکتاب، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۹۸۴: ج۱،ص۱۴۶

۲۔ ایضاً

۳۔ ابن ہشام: ج ۳،ص ۲۱۔ابن سعد: ج ۲،ص ۶۔الروض الانف: ج ۳،ص ۲۸

حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ یہ پہلا موقع تھا، جب کسی بھی فرد کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی غیر موجودگی میں مدینہ منورہ میں مسجد نبوی اور دیگر ریاستی امور کی نگرانی کے لیے اپنا جانشین مقرر فرمایا، یوں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ میں پہلے جانشین ہیں۔

## ۹۹۔ نبوت کے بعد سب سے پہلا معاہدہ

اسی غزوے کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ دن یہیں قیام فرمایا اور بنی مُدلجؒ سے معاہدہ کیا۔ اسلام کے بعد یہ سب سے پہلا معاہدہ ہے۔

معاہدے کا متن یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ یہ تحریر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے بنی ضمرہ کے لیے ہے، ان کے جان و مال محفوظ رہیں گے اور جو شخص بنو ضمرہ سے جنگ کرے گا اس کے مقابلے میں بنو ضمرہ کی مدد کی جائے گی، بہ شرطے کہ بنو ضمرہ اللہ کے دین میں کسی قسم کی مزاحمت نہ کریں، جب تک دریا صوف کو تر کریں۔ (یعنی یہ شرط ہمیشہ کے لیے ہے) اور جب اللہ کے نبی ان کو مدد کے لیے بلائیں تو ان کو آنا ہوگا۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان کے ذمے ہے اور جو شخص ان میں نیک اور پرہیزگار رہے گا اس کی مدد کی جائے گی۔

اسی غزوے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ابوتراب کی کینت سے پکارا۔ یہ کنیت پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعارف بن گئی۔ (۱)

## ۱۰۰۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی علاقے کی طرف پہلی پیش قدمی

نبی کریم صلی اللہ علیہ نے مدینہ تشریف آوری کے بعد جو اہم ترین اقدامات فرمائے تھے ان میں سے ایک نمایاں اقدام میثاقِ مدینہ بھی تھا، اس معاہدے میں مدینہ منورہ کے یہودی

۱۔ ایضاً

بھی اپنی خوشی سے شامل ہوئے تھے، لیکن غزوہ بدر میں مسلمانوں کی عظیم الشان فتح کے بعد ان یہود کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور وہ اس معاہدے کی خلاف ورزی کرنے لگے، چناں چہ سب سے پہلے بنو قینقاع نے جو بڑے جنگ جو سمجھے جاتے تھے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فہمائش کی اور کوشش فرمائی کہ وہ دوبارہ معاہدے پر عمل درآمد پر رضا مند ہو جائیں، لیکن انہوں نے کھلم کھلا جنگ کی دھمکی دے دی، چناں چہ مجبوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش قدمی فرماتے ہوئے ان پر لشکر کشی کرنی پڑی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی علاقے پر پہلی لشکر کشی تھی۔(۱)

## ۱۰۱۔ مدینے کی پہلی اقامتی درس گاہ۔ اصحابِ صُفّہ

لغت میں صفہ سایہ دار جگہ کو کہتے ہیں۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چبوترا بھی بنایا تھا، یہ دراصل اقامت گاہ تھی۔ یہاں وہ حضرات صحابہ مقیم رہتے، جن کا کوئی گھر بار نہ ہوتا، اور جن کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہمہ وقت حاضری اور آپ سے استفادہ تھا۔ یہ لوگ دن رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے، ان کو نہ تجارت سے کوئی مطلب تھا، اور نہ زراعت سے کوئی سروکار تھا اور نہ ان کے بال بچے تھے۔ ان میں سے جب کوئی شادی کر لیتا تو وہ اس حلقے سے نکل جاتا۔ ان لوگوں کو کبھی دو دو دن تک کھانا نہیں ملتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں نماز کے لیے تشریف لاتے تو یہ لوگ بھی آ کر نماز میں شریک ہو جاتے، مگر بہت سے مواقع پر بھوک اور ضعف کی وجہ سے عین نماز کی حالت میں گر پڑتے۔ باہر کے لوگ ان کو دیکھ کر دیوانہ سمجھتے تھے۔ دعوتِ اسلام کے لیے ان ہی لوگوں کو بھیجا جاتا تھا۔ واقعہ معونہ میں ان ہی میں سے ستر آدمی اسلام کی تعلیم دینے کے لیے بھیجے گئے تھے۔(۲)

جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس (مدینے میں) آتا اور مدینے میں اس کا کوئی واقف کار ہوتا تو وہ اس کے پاس قیام کرتا اور اگر اس کا کوئی واقف نہ ہوتا تو وہ اصحاب صفہ

---

۱۔ واقدی، کتاب المغازی: ج ۱، ص ۱۷۷

۲۔ فتح الباری: ج ۶، ص ۳۸۷

کے پاس رہ جاتا تھا۔(۱)

ان اصحابِ صفہ کی مالی حالت نہایت کم زور تھی، جس کا علم بہت سی روایات سے ہوتا ہے، چناں چہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے ستر ایسے اصحابِ صفہ کو دیکھا کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا آدمی نہ تھا جس کے پاس چادر ہو۔ صرف ایک ایک تہ بند یا ایک ایک کمبل تھا، جس کو انہوں نے اپنی گردنوں میں باندھا ہوا تھا۔ یہ کمبل بھی اتنے چھوٹے تھے کہ کسی کے آدھی پنڈلیوں تک پہنچتا اور کسی کے ٹخنوں تک اور وہ ہاتھ سے ان کو پکڑ کر رکھتے کہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔(۲)

اس طرح صفہ مدینہ طیبہ میں رسول اکرم ﷺ کی جانب سے قائم ہونے والی پہلی درس گاہ ہے۔

## ۱۰۲۔ سب سے پہلا وفد

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی خبر عام ہوئی تو بنو انس اللہ بن سعد العشیر کے ایک شخص ذباب نے اپنی قوم کے بت کے پاس جا کر اس کو توڑ دیا۔ اس بت کو فَرَّاض کہتے ہیں۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ان کے لڑکے عبداللہ بن ذباب الانس جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔(۳) یہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والا پہلا وفد تھا۔

## ۱۰۳۔ پہلے روزے

روزہ شوال ۲ ہجری قمری (شعبان بہ کبیسۂ شوال ۲ ہجری قمریہ شمسی / مارچ، اپریل ۶۲۳ء) میں فرض ہوا، اس طرح آں حضرت ﷺ نے اپنی وفات تک ۹ سال رمضان المبارک کے روزے رکھے۔(۴)

---

۱۔ فتح الباری: ج۱۱، ص۳۴۵

۲۔ بخاری: ج۱، ص۱۱۳، رقم ۴۴۲

۳۔ ابن سعد: ج۱، ص۲۵۷

۴۔ زادالمعاد: ج۲، ص۳۰

ابن عبدالبرؒ کا خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ روزے کی فرضیت ہجرت کے بعد انصار و مہاجرین کے درمیان مواخات کا عمل مکمل ہونے کے بعد ہوئی۔(۱) اور قسطلانیؒ کی رائے یہ ہے کہ فرضیت صوم تحویل قبلہ کے ایک ماہ بعد ماہِ شعبان میں ہوئی۔(۲)

ان تمام اقوال میں کوئی اختلاف نہیں، اس لیے یہی درست معلوم ہوتا ہے کہ مواخات کے بعد تحویلِ قبلہ ہوا اور اس کے بعد فرضیتِ صوم، پھر صدقۃ الفطر واجب ہوا اور اس کے بعد زکاۃ واجب ہوئی۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روزے کی تین حالتیں تبدیل ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ہر ماہ میں تین روز اور یوم عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کیے اور یہ آیت نازل ہوئی:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ (۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔ گنتی کے چند روز تک۔ پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو جائے یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں تعداد پوری کر دے اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں، ان کو اس کے بدلے میں ایک محتاج کو کھانا دینا چاہیے۔

اس وقت معمول یہ تھا کہ جو شخص چاہتا روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا روزہ رکھنے کے بہ جائے مسکینوں کو کھانا کھلا دیتا، یہ عمل بھی اس کے لیے کافی ہو جاتا، (یہ ایک حالت ہوئی)۔

---

۱۔ ابن عبدالبر، الدرر فی اختصار المغازی والسیر، مجلس الاعلی للشؤون الاسلامی، قاہرہ ۱۳۸۶ھ: ص ۱۰۵۔ حاشیہ

۲۔ زرقانی: ج ۱، ص ۴۰۵

۳۔ البقرہ: ۱۸۳، ۱۸۴

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ط (۱)

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں لوگوں کی ہدایت کے لیے قرآن نازل کیا گیا اور اس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور وہ حق و باطل میں فرق کرتا ہے، پس تم میں سے جو کوئی اس مہینے کو پائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے روزے رکھے۔

اس کے بعد ہر مقیم اور صحت مند کے لیے روزہ رکھنا ضروری ہو گیا اور مسافر و مریض کو رخصت دے دی گئی۔ (کہ مرض اور سفر کے اختتام پر قضا کرلیں) اور بہت بوڑھے افراد کے لیے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں حکم ہوا کہ وہ مساکین کو کھانا کھلا دیا کریں، (یہ دوسری حالت ہوئی۔) پھر اس وقت تک یہ حکم تھا کہ (روزہ افطار کرنے کے بعد) صرف سونے سے پہلے تک کھا پی سکتے تھے اور وظیفۂ زوجیت ادا کر سکتے تھے اور جب سو جاتے تو پھر سب کام ممنوع ہو جاتے، (اور اگلے دن کا روزہ شروع ہو جاتا تھا) ایک روز یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک انصاری صحابی جن کا نام صرمہ تھا، شام تک روزے کی حالت میں کام کرتے رہے، پھر گھر آئے اور عشا کی نماز پڑھ کر سو گئے اور کچھ کھا پی نہ سکے، جب صبح ہوئی تو نیا روزہ شروع ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں شدید مشکل میں دیکھا تو اس کا سبب دریافت کیا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں کل دن بھر مزدوری کرتا رہا اور جب گھر آیا تو اپنے آپ کو (بستر پر) ڈال دیا اور میری آنکھ لگ گئی، اور جب صبح ہوئی تو نیا روزہ شروع ہو چکا تھا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی سونے کے بعد اپنی اہلیہ سے صحبت کر لی اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعے سے آگاہ کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اُحِلَّ لَكُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِكُمْ ط هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ

---

۱۔ البقرہ:۱۸۵

فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۚ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (۱)

روزوں کی راتوں میں تمہارے لیے اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو، اللہ جانتا ہے کہ تم اپنی جانوں کے بارے میں خیانت کرتے رہتے تھے، سو اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور تم سے درگزر کیا، پس اب تم (رات کو) ان سے مباشرت کر لیا کرو اور اللہ نے تمہارے لیے جو کچھ (اولاد) مقدر کر دیا ہے اسے حاصل کرو اور جب تک صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری سے ممتاز نہ ہو اس وقت تک کھا پی لیا کرو، پھر تم رات تک روزہ پورا کرو۔

یہ تیسری حالت تھی، اس طرح تین حالتیں تبدیل ہونے کے بعد اب روزے کا حکم یہی ہے کہ جو لوگ روزہ رکھ سکتے ہیں انہیں ہر صورت میں روزہ رکھنا ضروری ہے، اور جو کسی وجہ سے فی الحال نہیں رکھ سکتے تو انہیں اجازت ہے کہ بعد میں قضا کر لیں۔ جب کہ وہ ضعیف حضرات جو اس قدر عمر رسیدہ ہو چکے ہیں کہ اب روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے انہیں اجازت ہے کہ فدیہ ادا کر دیں اور روزہ نہ رکھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حمزہ بن عمرو الاسلمی نے جو کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں سفر کی حالت میں بھی روزہ رکھوں؟ آں حضرت ﷺ نے فرمایا اگر چاہو تو رکھ لو ورنہ افطار کر لو، (اور بعد میں قضا کر لینا) امام طحاوی روایت بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے اور نہ رکھنے کی اجازت ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ وغیرہ ہم کا یہی مذہب ہے۔ (۲)

بہ ہر کیف یہ پہلے روزے تھے، جو مدینہ طیبہ ہجرت کے بعد رکھے گئے۔

---

۱۔ البقرہ: ۱۸۷

۲۔ طحاوی، احمد بن محمد (م ۳۲۱ھ)، شرح معانی الآثار، مکتبہ حقانیہ، ملتان: ج ۱، ص ۳۶۲

## ۱۰۴۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پہلا صدقۃ الفطر

اسی سال ۲۸ ذی قعدہ ۲ھ قمری (۲۸ رمضان بہ کبیسہٗ شوال ۲ ہجری قمریہ شمسی / ۲۲ مئی ۶۲۴ء) بہ روز منگل عید سے دو روز قبل صدقۃ الفطر واجب ہوا۔(۱) اور اسی سال مسلمانوں نے پہلی بار صدقۃ الفطر ادا کیا۔

## ۱۰۵ارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پہلی عید الفطر

نیز اسی سال ۲۸ ذی قعدہ ۲ھ قمری (۲۸ رمضان بہ کبیسہٗ شوال ۲ ہجری قمریہ شمسی / ۲۲ مئی ۶۲۴ء) بہ روز منگل پہلی عید الفطر ادا کی گئی۔

## ۱۰۶۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پہلی زکاۃ

زکاۃ کب فرض ہوئی؟ اس میں اختلاف ہے، ابن حجر رحمہ اللہ نے اس پر تفصیل سے بحث کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اکثر کی رائے میں ہجرت کے بعد زکاۃ فرض ہوئی ہے، پھر ایک قول یہ ہے کہ سن ۲ ہجری میں رمضان کی فرضیت سے قبل زکاۃ فرض ہوئی ہے، نووی کا بھی یہی خیال ہے اور ابن کثیر رحمۃ اللہ نے اپنی تاریخ میں یقین کے ساتھ کہا ہے کہ زکاۃ کی فرضیت ۹ ہجری میں ہوئی ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جب زکاۃ فرض ہوئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زکاۃ وصول کرنے کے لیے ثعلبہ بن حاطب کے پاس عاملِ زکاۃ کو بھیجا تو اس نے جواب دیا تھا کہ یہ تو جزیہ ہے، اور جزیہ ۹ ہجری میں فرض ہوا ہے، لیکن چوں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے اس سے استدلال درست نہیں۔

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ زکاۃ کی فرضیت ہجرت سے پہلے ہوئی ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں اور باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیں نماز، زکاۃ اور روزے کا حکم دیتے ہیں، لیکن اس سے مراد یہ ہوسکتی ہے کہ وہ عام نماز ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں نہ کہ خاص پانچ وقتہ نماز کا، اسی طرح عام روزے کا حکم دیتے ہیں نہ کہ خاص رمضان کے فرض روزوں کا، ایسے ہی صدقات کی ادائیگی

---

۱۔ زرقانی: ج۱، ص۴۰۵

کا حکم دیتے ہیں نہ کہ خاص زکوٰۃ کی ادائیگی کا، جو مخصوص نصاب کے مالک ہونے اور اس پر سال گزرنے کے بعد واجب ہوتی ہے، اگر روایت سے یہ مراد لے لی جائے تو استدلال درست نہیں ہوگا کیوں کہ نماز، روزے اور صدقات کی ادائیگی کا حکم پہلے سے ہے، جب کہ یہ مخصوص پانچ وقتہ نماز، رمضان کے روزے اور مروجہ زکاۃ کی فرضیت اس وقت تک نازل نہیں ہوئی تھی۔

اور اس بات کی دلیل کہ زکاۃ کی فرضیت ۹ ہجری سے قبل ہوئی ہے، یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا قول ذکر ہوا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ یہ صدقات (زکاۃ) ہمارے اغنیا سے لے کر ہمارے فقرا میں تقسیم کیے جائیں اور ضمامؓ ۵ ہجری میں مدینے آئے تھے۔

اب رہی اس بات کی دلیل کہ زکاۃ کی فرضیت ہجرت کے بعد ہوئی ہے تو اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ رمضان کے روزے ہجرت کے بعد فرض ہوئے ہیں، کیوں کہ جس آیت میں ان کی فرضیت کا ذکر ہے وہ بالاتفاق مدنی ہے اور امام احمد، ابن خزیمہ، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم کی روایت میں قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں صدقۃ الفطر ادا کرنے کا حکم زکاۃ کا حکم نازل ہونے سے قبل دیا، پھر زکاۃ کی فرضیت کا حکم آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ تو صدقۃ الفطر کی ادائیگی کا حکم دیا نہ اس سے ہمیں منع کیا، سو ہم اسے ادا کرتے رہے، اس سے ثابت ہوا کہ صدقۃ الفطر زکاۃ کی فرضیت سے پہلے فرض ہوا، سو معلوم ہوا کہ زکاۃ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد فرض ہوئی، لہٰذا ثابت ہوا کہ زکاۃ کی فرضیت دو ہجری میں رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد ہوئی ہے۔(۱)

چناں چہ دو ہجری میں پہلی بار مسلمانوں نے زکاۃ ادا کی ہے۔ اور یہ اسلامی تاریخ کی پہلی زکاۃ تھی، جو صاحب استطاعت اہل ایمان کی جانب سے ادا کی گئی، اور اسلامی ریاست نے وصول کی۔

---

۱۔ ماخوذ از ہادیِ اعظم: ج ۱، ص ۴۷۵۔ فتح الباری: ج ۳، ص ۳۳۹۔ زرقانی مختصراً: ج ۱، ص ۴۰۶

## ۱۰۷۔ سب سے پہلا خمس

خمس کے احکام نازل کرتے ہوئے قرآن کرم میں سب سے پہلے آیت خمس یہ نازل ہوئی:

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر (۱)

اور (مسلمانو) یہ بات اپنے علم میں لے آؤ کہ تم جو کچھ مال غنیمت حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول اور ان کے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے (جس کی ادائیگی تم پر واجب ہے) اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کی تھی جس دن دو جماعتیں باہم ٹکرائی تھیں، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس کے بعد پہلا خمس جو رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہوا، وہ بدر کا خمس تھا۔ یہ اسلامی تاریخ کا پہلا خمس تھا۔ (۲)

## ۱۰۸۔ ہجرت کے بعد پہلی وفات

مدینے میں سب سے پہلے وفات پانے والے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی وفات مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران شوال ۱ھ میں ہوئی۔ یعنی یہ واقعہ غزوۂ بدر سے کافی پہلے کا ہے۔ آپ کی نماز جنازہ آں حضرت ﷺ نے پڑھائی۔ ہجرت کے بعد یہ پہلی وفات تھی۔ (۳)

جب کہ دوسری روایت کے مطابق سب سے پہلی وفات حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی ہوئی ہے۔ (۴)

---

۱۔ الانفال: ۴۱

۲۔ واقدی: ج ۱، ص ۹۹۔ ابن ہشام: ج ۲

۳۔ ابو ہلال عسکری، الاوائل: ص ۲۱۵

۴۔ ابو ہلال عسکری۔ الاوائل: ص ۲۱۵

## ۱۰۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے پڑھی جانے والی مدینے میں سب سے پہلی نماز جنازہ

اس موقع پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی جو نماز جنازہ پڑھائی، وہ آپ کی جانب سے پڑھی جانے والی مدینے میں سب سے پہلی نماز جنازہ تھی۔

## ۱۱۰۔ جنت البقیع میں سب سے پہلی تدفین

اسی طرح جنت البقیع میں سب سے پہلے دفن ہونے والے مسلمان بھی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ تھے۔

جب کہ اگر دوسری روایت کا اعتبار کیا جائے تو ہجرت کے بعد پہلی وفات حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی تھی، اور جنت البقیع میں عمل میں آنے والی پہلی تدفین بھی ان ہی کی ہوئی۔

## ۱۱۱۔ مدینے میں سب سے پہلے وفات پانے والی زوجہ محترمہ

مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے وفات پانے والی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہیں، ان کا انتقال ۲۰ ہجری میں ہوا۔ (۱)

## ۱۱۲۔ سب سے پہلے تلبیہ پڑھتے ہوئے حرم میں داخل ہونے والے

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ یمامہ کے بڑے سردار تھے، ایک غزوے میں گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے، چند دن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ نے انہیں آزاد کر دیا، آزاد ہونے کے بعد آپ جنت البقیع پہنچے، وہاں غسل وغیرہ کر کے دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد آپ عمرے کے ارادے سے مکہ تشریف لے گئے اور تلبیہ

---

۱۔ خلیفہ بن خیاط۔ التاریخ، بیروت، دارالفکر ۱۹۹۳ء: ج ۱، ص ۱۴۶

پڑھتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے، ابن ہشام لکھتے ہیں آپ پہلے وہ شخص ہیں جو تلبیہ پڑھتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔(۱)

نوٹ: ثمامہ بن اثال کے قبول اسلام کا واقعہ کب کا ہے اس کی تصریح نہیں ملتی، البتہ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیرونی بادشاہوں اور دیگر حکام کو دعوتی خطوط تحریر فرمائے تو ان میں ثمامہ بن اثال کو بھی خط بھیجا اور یہ سن چھ ہجری کا آخر یا سات ہجری کی ابتدا تھی۔ نیز ابن عبدالبر الاستیعاب (۲) میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک سریہ روانہ فرمایا تھا، وہ ثمامہ بن اثال کو قید کر کے مدینہ لے آئے، لیکن اس سریے کی تعیین نہیں ملتی کہ یہ کون سا سریہ تھا اور کس صحابی کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا تھا۔ مغازی واقدی (۳) کے مطابق نجد کی طرف سن سات ہجری میں دوسرایا روانہ فرمائے گئے، ایک شعبان سن سات ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں اور دوسرا رمضان میں حضرت غالب بن عبداللہ کی سرکردگی میں، اس لیے ممکن ہے ان ہی سرایا میں کسی سریہ میں ثمامہ قید کیے گئے ہوں۔

## ۱۱۳۔ پہلی صلح، حدیبیہ

حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے جس سے متصل اسی نام سے ایک گاؤں آباد ہے جو مکے سے ۹ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس گاؤں کا اکثر حصہ حرم میں داخل ہے اور باقی حصہ حل میں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ایک درخت کا نام ہے اور محب طبری کے بہ قول یہ ایک چھوٹی بستی کا نام ہے۔(۴)

اس صلح کا سبب یہ ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینے میں ایک خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ہم راہ مکۂ مکرمہ میں امن کے ساتھ داخل ہوئے، کچھ لوگوں نے

---

۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، دارالکتاب العربی، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۹۹۰: ج ۴، ص ۲۸۲
۲۔ ابن عبدالبر، الاستعاب، دارالجیل، بیروت، ۱۹۹۲: ج ۱، ص ۲۱۳، رقم ۲۷۸
۳۔ ج ۱، ص ۶۔۵
۴۔ حلبی: ج ۲، ص ۶۸۸۔ زرقانی: ج ۲، ص ۱۷۹

سر منڈوایا اور کچھ لوگوں نے سر کے بال کتروائے ، اسی حالت میں آپ نے کعبے کی کنجی لی اور بیت اللہ میں داخل ہو گئے۔(۱)

یہ خواب دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے ذکر کیا، صحابہ کرام فوراً سفر عمرہ کے لیے تیار ہو گئے۔ جب یہ قافلہ مکہ مکرمہ کے نزدیک حدیبیہ کے مقام پر پہنچا تو قریش نے انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان مکے کی حدود میں داخل ہو سکیں۔ پھر ان کے مابین کچھ واسطوں کے ذریعے مذاکرات شروع ہوئے، بالآخر مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے مابین ایک معاہدہ طے پایا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کی پہلی صلح تھی۔ اس صلح کا متن یہ تھا:

۱۔ دس سال تک دونوں فریقوں میں جنگ بند رہے گی، اس دوران کوئی ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی سے خیانت کرے گا۔

۲۔ مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں گے، آئندہ سال آئیں اور کوئی ہتھیار اپنے ساتھ نہ لائیں سوائے تلوار کے اور وہ بھی نیام یا غلاف میں ہو۔ صرف تین دن مکے میں قیام کریں اور عمرہ کر کے واپس چلے جائیں۔

۳۔ قریش کا جو شخص اپنے ولی یا آقا کی اجازت کے بغیر بھاگ کر مدینے جائے گا اس کو واپس کیا جائے گا، اگرچہ وہ مسلمان ہو کر جائے۔

۴۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس مکے چلا جائے گا۔ اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ عرب قبائل کو اختیار ہوگا کہ وہ جس فریق کے ساتھ چاہیں معاہدے میں شریک ہو جائیں۔

۶۔ جو مسلمان پہلے سے مکے میں مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص مکے میں رہ جانا چاہے تو اس کو روکا نہ جائے۔

اس صلح نامے پر مشرکین اور مسلمانوں کی طرف سے ان لوگوں نے دستخط کیے، حضرت

---

۱۔ حلبی: ایضاً۔ شامی: ج ۵، ص ۴۳

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، مکرز بن حفص اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، جو اس صلح نامے کے کاتب بھی تھے۔ (۱)

## ۱۱۴۔ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے نائب

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکے میں اپنا نائب حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہونے تک یہ مکے میں امیر رہے۔ (۲) یہ مکے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے نائب ہیں۔

## ۱۱۵۔ مکے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے مؤذن

جب حضرت بلالؓ نے بیت اللہ کے اوپر چڑھ کر اذان دی تو ابومحذورہ جمحی (ان کا نام سلمہ بن معیر تھا) اور کچھ نوجوان جو اس وقت ان کے ساتھ تھے مزاحاً اذان کی نقل اتارنے لگے۔ ابومحذورہ ان میں نہایت خوش الحان اور بلند آواز تھے، انہوں نے مزاحاً پر بلند آواز سے اذان کہی، یہ آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لی اور پھر آپ نے ان کو اپنے پاس بلوایا۔ ابومحذورہ کہتے ہیں کہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا دل میں سوچ رہا تھا کہ میں قتل کیا جاؤں گا، مگر آپ نے مجھے حکم دیا کہ اذان دو۔ میں نے بادل ناخواستہ اذان دی۔ پھر آپ نے مجھے ایک تھیلی عطا کی جس میں کچھ درہم تھے، پھر آپ نے میری پیشانی اور سینے پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ ابومحذورہ کہتے ہیں کہ دست مبارک کا پھیرنا تھا کہ خدا کی قسم میرا دل فوراً ایمان سے بھر گیا اور میں نے جان لیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مکے کا مؤذن مقرر فرما دیجیے۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے اہل مکہ کا مؤذن مقرر کیا، اس وقت ان کی عمر ۱۶ سال تھی۔ ابومحذورہؓ اپنی وفات تک اہل مکہ کے مؤذن رہے۔ پھر ان کے خاندان میں ان کی اولاد در اولاد اذان کی وراثت منتقل ہوتی رہی۔ (۳)

---

۱۔ سیرت ابن کثیر: ج ۳، ص ۳۲۲

۲۔ حلبی: ج ۳، ص ۵۹۔ ابن سعد الطبقات: ج ۶، ص ۵

۳۔ الروض الانف: ج ۴، ص ۱۱۴

ایک اور روایت میں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں چند نوجوانوں کے ساتھ نکلا، ہم لوگ حنین کے راستے میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس آ رہے تھے، راستے ہی میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے، رسول اللہ ﷺ کے مؤذن نے آپ کے پاس نماز کے لئے اذان دی، ہم نے مؤذن کی آواز سنی تو ہم بھی بہ طور مذاق اونچی آواز سے اس کی نقل اتارنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری آواز سن لی اور فرمایا: ان نوجوانوں کو میرے پاس لاؤ، ہمیں آپ کے سامنے کھڑا کیا گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے سب سے اونچی آواز کس کی تھی؟ سب نے میری طرف اشارہ کیا اور وہ سچ کہہ رہے تھے، آپ نے سب کو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا اور فرمایا: اٹھو، نماز کے لئے اذان کہو، میں کھڑا ہوا، اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا کچھ بھی عطا فرمانا مجھے سب سے زیادہ ناپسند تھا، میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بہ نفس نفیس مجھے اذان سکھائی، آپ نے فرمایا، کہو:

الله اکبر، الله اکبر، اشهد ا ن لا اله الا الله، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله

پھر مجھ سے فرمایا: بلند آواز سے پھر کہو:

اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله، حی علی الصلاة، حی علی الصلاة، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، الله اکبر، الله اکبر، لا اله الا الله

اذان کہنے کے بعد آپ نے مجھے بلایا اور مجھے ایک تھیلی عطا فرمائی جس میں کچھ چاندی تھی، پھر آپ نے اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھ کر دو مرتبہ اسے میرے چہرے پر پھیرا، پھر دو مرتبہ میرے ہاتھوں اور جگر پر ہاتھ پھیرا، یہاں تک کہ آپ کا دست مبارک میری ناف تک پہنچا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تجھے برکت عطا فرمائے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے مکے میں مؤذن مقرر فرمادیں، آپ نے فرمایا: میں نے تجھے مقرر کر دیا ہے، میرے دل میں رسول اللہ ﷺ کے لئے جتنی نفرت تھی سب ختم ہوگئی، اور اس کی جگہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نے لے لی۔ میں مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عامل عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق ان کے ساتھ نماز کے لئے اذان دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم صبح کے لئے اذان کہوتو دومرتبہ الصلاۃ خیر من النوم، الصلاۃ خیر من النوم کہو اور جب تم اقامت کہوتو دومرتبہ قد قامت الصلاۃ، قد قامت الصلاۃ کہو۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ (اس کے بعد) اپنی پیشانی کے بال نہیں کاٹتے تھے، نہ ان میں مانگ نکالتے تھے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بالوں پر اپنا دست مبارک پھیرا تھا۔(۱)

## ۱۱۶۔سب سے پہلے منجنیق کا استعمال

غزوۂ طائف کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی بار منجنیق کا استعمال کیا۔ چناں چہ ابن ہشام کہتے ہیں کہ غزوۂ طائف کے موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منجنیق سے دشمن پر حملہ کیا۔ یہ اسلام میں پہلا موقع تھا جب کسی بھی جنگ میں منجنیق استعمال کی گئی۔(۲)
اس سے قبل غزوۂ خیبر میں قلعہ وطیح اور سلالم کو فتح کرنے کے لیے بھی منجنیق نصب کی گئ تھی، لیکن وہاں منجنیق کو استعمال کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی، بل کہ منجنیق دیکھ کر جب اہل قلعہ کو اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا، تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کی درخواست کرلی تھی۔(۳)

## ۱۱۷۔پہلی بار دبابہ کا استعمال

دبابہ جنگی آلات میں سے ایسا حربہ تھا، جس میں بیٹھ کر دشمن کے قریب جاکر دشمن پر حملہ کیا جاتا تھا، اس کا بھی پہلی بار استعمال غزوۂ طائف کے موقع پر کیا گیا ہے۔(۴)

---

۱۔ احمد: ج۴،ص ۱۴۴، رقم ۱۴۹۵۵

۲۔ ابن ہشام: ج۲،ص ۱۴۹

۳۔ ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ج۲،ص ۳۲۸

۴۔ ابن ہشام: ج۲،ص ۱۴۹

## ۱۱۸۔سب سے پہلا خون بہا

عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ ایک ہذلی نے زمانۂ جاہلیت میں ایک خزاعی کو قتل کیا تھا، یہ قاتل روپوش تھا، فتح مکہ کے موقع پر یہ ظاہر ہوا، کسی خزاعی نے اسے دیکھا اور پہچان لیا اور اپنے قبیلے کا بدلہ لینے کے لیے اسے بے دردی سے قتل کر دیا، راوی کہتے ہیں: خزاعی شخص نے اس ہذلی کو یوں ذبح کیا جیسے بکری کو ذبح کیا جاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے فرمایا: "اگر میں کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل کرتا تو اس کو قتل کر دیتا"، اور قبیلہ ہذیل کو اس مقتول کا خون بہا دیا گیا۔یہ اسلام میں پہلا خون بہا تھا۔(۱)

## ۱۱۹۔سب سے پہلا قصاص

غزوہ حنین کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نخلہ یمانیہ، قرن المنازل، ملیح اور بحرۃ الرغاء کے راستے طائف کی طرف بڑھے، بحرۃ الرغا میں آپ نے پڑاؤ ڈالا اور ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔اسی مقام پر اسلام کا پہلا قصاص لیا گیا، عمرو بن شعیب روایت کرتے ہیں کہ کہ بنولیث کے ایک شخص نے ایک ہذلی کو قتل کیا تھا، جس کے بدلے میں بنو ہذیل نے اس شخص کو قصاصاً قتل کیا۔(۲)

---

۱۔بزار، ابوبکر احمد بن عمرو (م ۲۹۲ھ) المسند، المدینۃ المنورۃ، مکتبۃ العلوم والحکم ۲۰۰۹ھ: ج۹، ص ۶۵ رقم ۳۵۹۴۔طبرانی، سلیمان بن احمد (م ۳۶۰ھ) المعجم الکبیر، القاہرہ، مکتبۃ ابن تیمیہ ۱۴۱۵ھ: ج۱۸، ص ۱۱۰، رقم ۲۰۹۔ابن کثیر، اسماعیل بن عمر (م ۷۷۴ھ) جامع المسانید والسنن، بیروت دار خضر ۱۴۱۹ھ: ج۶، ص ۴۳۶، رقم ۸۰۷۰۔ہیثمی، نورالدین علی بن ابی بکر (م ۸۰۷ھ) مجمع الزوائد، القاہرہ، مکتبۃ القدسی ۱۴۱۴ھ: ج۶، ص ۲۹۲، رقم ۱۰۷۴۶۔نوٹ: قاسم بن قطلو بغا (م ۸۷۹ھ) لکھتے ہیں: صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن سہل کی دیت اپنی طرف سے ادا کی تھی اور ابن سہل والا واقعہ فتح مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے، اس طرح یہ ہذلی والا واقعہ پہلی دیت کا واقعہ نہیں ہوسکتا۔(التعریف والاخبار بتخریج أحادیث الاختیار، القاہرہ، الفاروق الحدیثۃ: ج۴، ص ۷۸)۔
واللہ اعلم۔بہ ہر کیف ان دونوں میں سے ایک واقعہ ہی پہلا خون بہا قرار پاتا ہے۔

۲۔ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، بیروت، ۱۴۱۱۔ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، ابو داؤد، دار الکتاب العربی، بیروت، رقم: ۴۵۲۴

# اولیات کتب سیرت

سیرتی اولیات کے باب میں ان کتب کا ذکر بھی ناگزیر ہے، جنہیں ہم کتب سیرت میں شمار کرتے ہیں اور جن کی مختلف اقسام ہیں۔ چناں چہ ان میں سے موضوعی اعتبار سے جو کتب اولیت کا درجہ رکھتی ہیں، انہیں ہم یہاں ذکر کررہے ہیں۔ ہم یہاں اس حوالے سے عربی کے ساتھ اردو کتب کی بھی چند اولیات درج کررہے ہیں، اور اس ضمن میں یہ بھی ذکر کریں گے کہ ان میں کون سی کتب مطبوع صورت میں ہمارے درمیان موجود ہیں، اور کن کن موضوعات پر کتب کا صرف نام ہی ملتا ہے، اصل کتب دست یاب نہیں ہیں۔

## ۱۲۰۔ پہلی کتاب المغازی

تاریخی اعتبار سے عام طور پر عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی کتاب المغازی کو پہلی کتاب المغازی قرار دیا جاتا ہے، البتہ یہ کتاب اصل شکل میں ہمارے درمیان موجود نہیں بل کہ دوسرے متون سے اس کی نصوص جمع کرکے ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے اسے کتابی صورت عطا کی ہے۔ (۱) لیکن یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ اسی عہد میں ابان بن عثمان رحمہ اللہ کی کتاب المغازی بھی تحریر کی گئی ہے۔ مگر ان دونوں میں شہرت اور مقبولیت کے حوالے سے زیادہ تعارف عروہ ابن زبیر کی کتاب المغازی کا ہے۔ اس لیے اس کتاب کو پہلی کتاب المغازی قرار دیا جاتا ہے۔

---

۱۔ عروہ بن زبیر، کتاب المغازی، تحقیق: دکتور مصطفیٰ الاعظمی، ۱۹۸۱ء، ریاض، منشورات مکتب التربیۃ العربی

## ۱۲۱۔پہلی مطبوع کتاب المغازی

اب تک کی معلومات کے مطابق سن وفات کی ترتیب سے پہلی مطبوعہ کتاب موسیٰ بن عقبہ کی کتاب المغازی ہے۔موسیٰ بن عقبہ کی وفات ۱۴۱ھ کی ہے۔یوں سن وفات کے لحاظ سے موسیٰ بن عقبہ،محمد بن اسحاق سے مقدم ہیں،اس لیے اب پہلی کتاب المغازی مطبوع موسیٰ بن عقبہ کی کتاب المغازی کو قرار دیا جاتا ہے۔(۱)

سن ۲۰۲۳ء میں مغازی موسیٰ بن عقبہ کی اشاعت سے قبل المغازی محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی مفصل کتاب المبداء والمبعث والمغازی کو سیرت کی پہلی کتاب شمار کیا جاتا تھا،جس کے تین مخطوطے الگ الگ محققین کی ادارت میں شائع ہوئے ہیں،ان محققین کے اسما بالترتیب ڈاکٹر محمد حمید اللہ(۲)ڈاکٹر سہیل ذکار(۳)اور ڈاکٹر فرید المزیدی(۴)ہیں۔

## ۱۲۲۔پہلی کتاب سیرت

جدید معلومات کے مطابق پہلی کتاب سیرت،جو خاص سیرت کے نام سے شائع ہوئی ہے،سلیمان بن طرخان التیمی کی سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے،جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔جس کا نام سیرت رسول اللہ ہے،اس سے قبل کتب سیرت مغازی کے نام سے شائع ہوتی رہی ہیں۔سلیمان بن طرخان ۴۶ھ میں پیدا ہوئے،اور انہوں نے ۱۴۳ ہجری میں بصرے میں وفات پائی۔ان کی یہ کتاب ڈاکٹر رضوان الحصری کی ادارت میں،۲۰۲۱ء میں بیروت سے شائع ہوئی ہے۔انہیں اس کتاب کا مخطوطہ میڈریڈ اسپین کے ایک کتب خانے سے میسر آیا۔(۵)

---

۱۔ موسیٰ بن عقبہ،کتاب المغازی۔تحقیق محمد طبرانی،فاس،مغرب ۲۰۲۳ء۔دو جلدیں

۲۔ لاہور،دارالنفائس عکسی اشاعت ۲۰۰۵ء

۳۔ دارالفکر،بیروت ۱۹۷۸ء

۴۔ بیروت،دارالکتب العلمیہ ۲۰۰۵ء

۵۔ سلیمان بن طرخان التیمی۔سیرت رسول اللہ ﷺ۔تحقیق دکتور رضوان الحصری،مرکز الملک الفیصل للبحوث والدراسات الاسلامیہ،ریاض ۱۴۴۳ھ،۲۰۲۱ء

## ۱۲۳۔ دلائل النبوۃ، خصائص النبوۃ

دلائل اور خصائص النبوہ کے موضوع پر پہلی کتاب کے طور پر علی بن محمد المدائنی م ۲۲۵ھ، کی دلائل النبوۃ کا ذکر ملتا ہے، جسے ابن ندیم نے الفہرست میں (۱) اور صلاح الدین المنجد نے معجم ماالف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں درج کیا ہے۔ لیکن یہ مطبوع صورت میں ہمارے سامنے موجود نہیں ہے۔

## ۱۲۴۔ پہلی مطبوع کتاب دلائل النبوۃ

اس موضوع پر پہلی مطبوع کتاب فریابی کی دلائل النبوۃ ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلا میں آپ کے بیٹے کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آپ کی ولادت مبارکہ سن ۲۰۷ھ میں ہوئی ہے اور تقریباً تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے، نیز آپ کی وفات ۳۰۱ھ میں ہوئی ہے۔ البتہ آپ کے بچپن اور ان کے گھرانے کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ آپ کی کتاب دلائل النبوہ ۵۱ معجزات پر مشتمل ہے، یہ کتاب پہلی بار دار حرا مکہ مکرمہ سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی ہے۔ (۲)

## ۱۲۵۔ پہلی مطبوع کتاب الشمائل

شمائل پر پہلی کتاب، جو مطبوع بھی ہے، امام محمد بن عیسیٰ الترمذی (م ۲۷۹ھ) کی الشمائل المحمدیہ ہے، جو شمائل ترمذی یا شمائل نبوی کے نام سے بھی معروف ہے، اور اردو میں اس کے بہت سے ترجمے دست یاب ہیں۔ اس کتاب کی بہت سی اشاعتیں موجود ہیں، یہ کتاب کثرت سے شائع ہوتی ہے۔ اس سے قبل شمائل نبوی کے موضوع پر کسی غیر مطبوع کتاب کا بھی ذکر نہیں ملتا۔

## ۱۲۶۔ پہلی کتاب الاموال

اس موضوع پر پہلی کتاب ابوعبید قاسم بن سلام کی کتاب الاموال ہے۔ ابوعبید قاسم بن سلام الہروی البغدادی، خراسان کے علاقے ہرات سے تعلق رکھتے ہیں۔ سلام ان کے والد کا

---

۱۔ ابن ندیم، الفہرست، بیروت: ص ۱۱۳

۲۔ فریابی، دلائل النبوۃ۔ تحقیق: عامر حسن، جری، دار حرا، مکہ مکرمہ۔ ۱۹۸۶ء

نام ہے، ابو عبید قاسم بن سلام، ۱۵۰ھ، یا ۱۵۴ھ میں ہرات خراسان میں پیدا ہوئے، اوائل حیات میں وہیں تعلیم حاصل کی، پھر بصرہ، کوفہ اور دمشق وغیرہ کے سفر کیے، ۲۱۳ھ میں مصر آئے، اور یحیی بن معین سے اکتساب فیض کیا۔ ۲۱۹ھ میں حج کے لیے مکے آئے، حج کے بعد وہیں مقیم ہوگئے اور وفات تک وہیں مقیم رہے۔ محرم ۲۲۴ھ میں انتقال ہوا، اور وہیں دفن ہوئے۔ سن وفات میں ۲۲۲ھ۔ اور ۲۲۳ھ کے اقوال بھی ہیں۔

ابو عبید قاسم بن سلام کی اہم ترین مطبوع کتاب، کتاب الاموال ہے، جو اپنے عنوان کے مطابق مالی اور ریاستی امور سے بحث کرتی ہے، کتاب الاموال ۱۴ اجزا پر مشتمل ہے۔ اس میں عشر، خراج، مال فیے، جزیہ، صلح، امیر کے احکام اور حقوق، اراضی کے مسائل، خمس، معدن، رکاز سے وابستہ مسائل، زکاۃ اور صدقات کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ یہ کتاب سیرت طیبہ کا بہت بڑا اور نہایت اہم مصدر ہے، خصوصیت کے ساتھ نبوی مکاتیب اور معاہدات کے متون اس میں کثرت سے موجود ہیں۔ ہمارے پیش نظر محمد خلیل براس کی ادارت میں شائع ہونے والی اشاعت ہے، جو دارالکتب العلمیہ، بیروت سے طبع ہوئی ہے، (۱) اس کا اردو ترجمہ بھی دست یاب ہے۔

## ۱۲۷۔ پہلی کتاب الخراج

اس موضوع پر پہلی کتاب امام ابو یوسف کی کتاب الخراج ہے، امام ابو یوسف امام اعظم، ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید ہیں، ان کی ولادت ۱۱۳ھ اور وفات ۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ رہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ بنو عباس کے عہد میں قاضی القضاۃ رہے۔ امام ابو یوسف نے کثرت سے کتب تحریر کیں، صاحب کشف الظنون کہتے ہیں کہ امام صاحب کے امالی تین سو جلدوں میں تھے۔ (۲) کتاب الخراج ان کی اہم ترین کتاب ہے، جس میں خراج کے ساتھ ساتھ، لگان، فصل کی اقسام، لگان کی مختلف شرحیں، کاشت کاروں کی مختلف حیثیتیں اور پیداوار کا تعارف وغیرہ مذکور ہے۔ اس کتاب کے ضمن میں سیرت طیبہ کے بھی بہت سے مالی امور زیر بحث آئے ہیں۔ ہمارے پیش نظر ایڈیشن دارالمعرفہ کا ایڈیشن ہے، جس کے ساتھ قرشی کی

۱۔ ابو عبید قاسم بن سلام۔ کتاب الاموال، تحقیق: محمد خلیل، بیروت، دارالکتب العلمیہ۔ ۱۹۸۶ء
۲۔ کشف الظنون

کتاب الخراج بھی موجود ہے، اور اس پر تاریخ اشاعت درج نہیں، لیکن اس کی بہت سی اشاعتیں سامنے آچکی ہیں، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کے قلم سے عرصہ پہلے اس کا اردو ترجمہ بھی کراچی سے شائع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ تراجم بھی دست یاب ہیں۔ یوں یہ اس موضوع پر پہلی اور اہم ترین کتاب ہے۔(۱)

## ۱۲۸۔ پہلی کتاب تاریخ مکہ

مکہ مکرمہ کی تاریخ پر پہلی مطبوع کتاب اخبار مکہ از ازرقی (م ۲۵۰ھ) ہے۔ ازرقی کا پورا نام ابوالولید محمد بن عبداللہ ازرقی ہے، ازرقی ان کے جد امجد ازرق کی طرف نسبت ہے۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی تاریخ بھی موضوعات سیرت میں اہم ترین پہلو ہے، جس پر الگ الگ کتب تحریر کی گئی ہیں۔ اخبار مکہ پر ازرقی کی کتاب اخبار مکہ اہم ترین اور بنیادی ماخذ ہے، جو مطبوع شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے، اور اسے اس حوالے سے اہم ترین مصدر کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ کتاب قاہرہ، مکہ مکرمہ، بیروت اور ایران وغیرہ سے شائع ہو چکی ہے۔

اس کتاب کا آغاز فرشتوں کی جانب سے حضرت آدم کی ولادت سے قبل بیت اللہ کی تعمیر سے ہوتا ہے، پھر حضرت آدم اور حضرت ابراہیم کی تعمیر کا ذکر ہے، اس میں مکے کی بعض روایات کا بھی ذکر ہے، مثلاً وہاں بت کب رکھے گئے اور بیت اللہ کو غلاف پہنانے کی روایت کب شروع ہوئی۔ اس طرح نہایت وضاحت کے ساتھ ایک ایک پہلو مذکور ہے، مثلاً باب کعبہ، شاذروان (بیت اللہ کی بنیاد) حجر اسود، زم زم، نیز ارکان عمرو حج میں اور آداب زیارت بیت اللہ کی بھی ساتھ ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف قبائل کے مکہ مکرمہ میں محل وقوع کو بھی بیان کیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہونے کا شرف رکھتی ہے۔(۲)

## ۱۲۹۔ پہلی کتاب اخبار مدینہ

مکہ مکرمہ کی تاریخ کے ساتھ مدینہ منورہ کی تاریخ بھی سیرت کا اہم ماخذ ہے، اس موضوع

---

۱۔ ابو یوسف، کتاب الخراج، بیروت، دارالمعرفہ: س،ن

۲۔ ازرقی، تاریخ مکہ، تحقیق، عبدالملک بن عبداللہ دہش، مکہ، مکتبہ اسدی ۲۰۰۳ء

پر پہلی مطبوع کتاب تاریخ مدینہ ابن شبہ ہے۔ یہ کتاب بھی متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔

یہ نسخہ دراصل ابوالمعتمر سلیمان بن طرخان التیمی کے تلامذہ کے سلسلے میں پانچویں صدی کی شخصیت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عیسی بن منظور القیسی الاشبیلی کی روایت سے ہے۔ اشبیلی کا انتقال ۴۶۹ھ میں ہوا ہے۔

اس کتاب کے متعدد ایڈیشن موجود ہیں، ہمارے پیش نظر ایڈیشن عبداللہ بن محمد بن احمد الدرویش کی ادارت سے شائع ہونے والا نسخہ ہے، جو دار العلیان، ریاض سے شائع ہوا ہے۔(۱)

## ۱۳۰۔ پہلی کتاب انساب

نسب یا انساب پر پہلی کتاب کا ذکر ابن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ) کی نسب قومہ کے نام سے ملتا ہے۔ لیکن اس کتاب کے بارے میں فقط اس قدر علم ہو سکا ہے کہ وہ اپنی یہ کتاب مکمل نہیں کر سکے، اور نامکمل کتاب بھی ہم تک نہیں پہنچ سکی۔

## ۱۳۱۔ پہلی مطبوع کتاب انساب

اس موضوع پر پہلی مطبوع کتاب مورج بن عمرو السدوسی (م ۱۹۵ھ) کی کتاب حذف من نسب قریش ہے۔ یہ شائع شدہ ہمارے درمیان موجود ہے۔(۲)

## ۱۳۲۔ پہلی کتاب مکاتیب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکتوبات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے علی بن احمد المدائنی (م ۲۱۵ھ) کی چند کتب کا ذکر ابن ندیم نے کیا ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ کتاب عہود النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ کتاب رسائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

۱۔ ابن شبہ البصری، تاریخ المدینۃ المنورہ۔ تحقیق: عبداللہ بن محمد بن احمد الدرویش۔ ریاض، دار العلیان

۲۔ مورج السدوسی، حذف من نسب قریش

۳۔ کتاب کتب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی الملوک

۴۔ کتاب اقطاع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۵۔ کتاب من کتب لہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاباً او اماناً (۱)

لیکن ان میں سے کوئی کتاب اس وقت موجود نہیں۔

## ۱۳۳۔ پہلی مطبوع کتاب مکاتیب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکاتیب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر مطبوع کتب میں پہلی کتاب مکاتیب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے امام ابوجعفر دیبلی (م ۳۲۲ھ) کی تالیف ہے، جسے فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے ترجمے اور تشریح کے ساتھ اردو میں مولانا ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی نے پیش کیا ہے۔ اسے مکاتیب نبوی کے حوالے سے پہلی مطبوع کتاب قرار دیا جاتا ہے۔

## ۱۳۴۔ اردو میں پہلی کتاب سیرت، نثر میں

اردو میں پہلی نثر کی کتاب سیرت ملا باقر آگاہ کی ریاض السیر ہے۔ یہ کتاب ۱۷۹۵ء سے قبل کسی وقت لکھی گئی ہے لیکن اس وقت یہ کتاب کہیں دست یاب نہیں ہے۔

## ۱۳۵۔ مطبوع پہلی کتاب سیرت اردو فوائد بدریہ

اردو میں مطبوع اور دست یاب کتب سیرت میں پہلی مکمل کتاب فوائد بدریہ قرار دی جاسکتی ہے۔ قاضی بدرالدولہ (م ۱۲۸۰ھ) کی تحریر فرمودہ ہے، قاضی صاحب ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ کے جد امجد تھے۔ فوائد بدریہ ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء میں تحریر کی گئی۔ گو اس سے قبل سیرت پر متعدد کتب اردو درجنوں میلاد نامے، وفات نامے وغیرہ لکھے جاچکے تھے۔ حال کے برسوں میں فوائد بدریہ کا عکسی ایڈیشن بیکن بکس لاہور سے شائع ہوا ہے۔ (۲)

## ۱۳۶۔ اردو میں پہلی منظوم مطبوع کتاب سیرت

اردو میں پہلی منظوم کتاب ہشت بہشت ہے، جو ملا باقر آگاہ کے قلم سے ہے۔ ملا باقر

---

۱۔ عبدالشہید نعمانی، فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، الرحیم اکیڈمی، کراچی ۲۰۱۴ء: ص ۱۸

۲۔ قاضی بدرالدولہ، فوائد بدریہ، لاہور، بیکن بکس

آگاہ نوائط سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ۱۱۵۸ ہجری میں ویلور میں پیدا ہوئے، اور ۱۲۲۰ھ/ ۱۸۰۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔ انہوں نے تین سو سے زائد کتب تحریر کیں جن میں ۱۶ کتب اردو میں ہیں۔ ان کی منظوم کتاب اردو کی پہلی مطبوع منظوم کتاب شمار ہوتی ہے۔ ہشت بہشت اپنے نام کے مطابق آٹھ حصوں پر مشتمل ہے، جن کے عنوانات یہ ہیں:

من دیپک، من ہرن، من موہن، جگ سوہن، ارام دل، راحت جاں، من درپن، من جیون۔ ہشت بہشت کا سن تصنیف ۱۷۹۰ء سے قبل کا ہے۔ یہ گلزار حسنی، بمبئی سے ۱۷۹۰ء میں شائع ہوئی ہے۔

## ۱۳۷۔ اردو کی پہلی غیر منقوط نثری کتاب سیرت

جناب ولی رازی کے قلم سے ہادی عالم اردو نثر میں پہلی غیر منقوط کتاب سیرت کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ ایک غیر معمولی کاوش ہے جس نے بجاطور پر ماہرین فن سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ یہ کتاب ۴۱۸ صفحات پر مشتمل ہے، اور ۱۹۸۲ء میں پہلی بار شائع ہوئی تھی، اسے وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان کی جانب سے سیرت ایوارڈ دیا جاچکا ہے۔(۱)

## ۱۳۸۔ اردو کی پہلی غیر منقوط منظوم کتاب سیرت

اردو میں پہلی غیر منقوط منظوم کتاب سیرت کا عنوان ''داعی اسلام'' ہے، جو ص علی ص کے قلم سے ہے۔ شاعر کا اصل نام صادق علی صادق ہے۔ بے نقط کلام کی نسبت سے اس نام کو انہوں نے اس کتاب میں ص علی ص سے تبدیل کر دیا ہے۔ شاعر کا تعلق بستی انڈیا سے ہے۔ یہ کتاب مولانا ولی رازی کی غیر منظوم نثری کتاب ہادی عالم سے متاثر ہو کر نظم کی گئی ہے۔ یہ مثنوی کی ہیئت میں ہے اور ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔(۲)

## ۱۳۹۔ اردو کا پہلا سیرتی ناول

اردو میں پہلا سیرتی ناول عبدالحلیم شرر کا ''جویائے حق'' ہے۔ عبدالحلیم شرر ۱۸۶۰ء میں

---

۱۔ ولی رازی، ہادی عالم، کراچی، مکتبہ علم ۱۹۸۲ء

۲۔ ص علی ص، داعی اسلام، یو پی انڈیا، اشاعت گھر، ۱۹۸۵ء

لکھنو میں پیدا ہوئے۔ دسمبر ۱۹۲۶ء میں انتقال کیا۔ یہ ناول ۱۹۸ صفحات پر مشتمل ہے۔(۱)

## ۱۴۰۔ پہلی لغات سیرت

فرہنگ سیرت از سید فضل الرحمٰن کو اردو کی نہیں بل کہ سیرت کی کسی بھی زبان میں پہلی لغاتِ سیرت قرار دیا جاسکتا ہے کہ اس سے پہلے اس نوعیت کی کوئی چیز ہمارے سامنے موجود نہیں۔ یہ سلسلہ پہلے ششماہی السیرہ عالمی میں ایک سلسلہ مضامین کی صورت میں شائع ہوا، چناں چہ اس کا ابتدائی خاکہ السیرہ کے شمارہ ۸، اور ۹ میں شائع شدہ اقساط میں موجود ہے، بعد میں نظر ثانی اور اضافوں کے ساتھ اس کی پہلی اشاعت ۲۰۰۳ میں سامنے آئی، اور پھر ۲۰۱۳ میں اس کا دوسرا ایڈیشن سامنے آیا ہے۔ جس میں چار ہزار کے قریب الفاظ، اسما، اماکن، آبار وغیرہ کا ذکر ہے۔(۲)

## ۱۴۱۔ پہلا مجلۂ سیرت

سیرت پر اردو میں پہلے مجلہ سیرت ہونے کا اعزاز حافظ سید فضل الرحمٰن کے زیر ادارت ششماہی السیرہ عالمی کو حاصل ہے، جس کا اجرا جون ۱۹۹۹ء میں ہوا۔ اس کے اب تک ۴۴ شمارے منظر عام پر آچکے ہیں۔(۳) اس کے ابتدائی پچیس شماروں کا اشاریہ ڈاکٹر محمد سعید شیخ کے قلم سے شائع ہو چکا ہے۔(۴)

## ۱۴۲۔ اردو میں پہلا ترجمہ

اردو میں سب سے پہلے عربی سے کسی کتاب سیرت کا ترجمہ شمائل ترمذی کے ترجمے کی صورت میں سامنے آیا جو کرامت علی جونپوری کے قلم سے ہے۔(۵)

---

۱۔ شرر، عبدالحلیم، جویائے حق، شیخ محمد حسین غلام حسین تاجران کتب، لاہور
۲۔ سید فضل الرحمن، فرہنگ سیرت، کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز ۲۰۱۳ء
۳۔ سید فضل الرحمن، مدیر: ششماہی السیرہ عالمی کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، شمارہ اول ۱۹۹۹ء
۴۔ محمد سعید شیخ۔ اشاریہ ششماہی السیرہ عالمی کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز ۲۰۱۲ء
۵۔ کرامت علی جون پوری، ترجمہ شمائل ترمذی۔ کلکتہ، طبع خانہ خادم الدین ۱۸۳۶ء۔ ۸۰ ص

# کتابیات

ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد (م ۲۳۵ھ)، المصنف، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراتشی، ۱۴۲۸

ابن اسحاق، السیرۃ النبویۃ۔ تحقیق: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، لاہور، دارالنفائس عکسی اشاعت ۲۰۰۵ء

ابن اسحاق، السیرۃ النبویۃ۔ تحقیق: ڈاکٹر سہیل زکار، دارالفکر، بیروت ۱۹۷۸ء

ابن اسحاق، السیرۃ النبویۃ۔ تحقیق: ڈاکٹر فرید المزیدی، بیروت، دارالکتب العلمیہ ۲۰۰۵ء

ابن حجر العسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، مکتبہ تجاریہ الکبریٰ، مصر ۱۹۳۹ء

ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، قدیمی کتب خانہ، کراچی

ابن سعد (م ۲۳۰ھ)، الطبقات الکبریٰ، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۷ء

ابن سید الناس، ابوالفتح محمد بن محمد، عیون الاثر، مکتبۃ دارالتراث، مدینہ منورہ ۱۹۹۲ء

ابن شبہ البصری، تاریخ المدینۃ المنورہ۔ تحقیق: عبداللہ بن محمد بن احمد الدرویش۔ ریاض، دارالعلیان

ابن عبدالبر، الدرر فی اختصار المغازی والسیر، مجلس الاعلی للشؤون الاسلامی، قاہرہ ۱۳۸۶ھ

ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ (م ۴۶۳ھ)، الاستیعاب، دارالکتب العلمیہ، بیروت

۱۴۲۲ھ
ابن قیم جوزیہ، زاد المعاد، مکتبہ المنار الاسلامیہ، کویت ۱۹۸۷ء
ابن کثیر، عماد الدین ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۱ھ
ابن ماجہ، محمد بن یزید (م ۲۷۳ھ)، السنن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ
ابن ندیم، الفہرست، بیروت
ابن ہشام (۲۱۳ھ)، السیرۃ النبویۃ، دار المعرفہ، بیروت ۱۹۷۸ء
ابو عبید قاسم بن سلام۔ کتاب الاموال، تحقیق: محمد خلیل، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۹۸۶ء
ابو یوسف، کتاب الخراج، بیروت، دار المعرفہ، س، ن
ابوداؤد، سلیمان بن اشعث (م ۲۷۵ھ)، السنن، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱
ابی یعلی، احمد بن علی (م ۳۰۷ھ) المسند، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)، المسند، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۴ھ
ازرقی، تاریخ مکہ، تحقیق، عبدالملک بن عبداللہ دہش، مکہ، مکتبہ اسدی ۲۰۰۳ء
اسماعیل بن کثیر (م ۷۷۴ھ)، البدایۃ والنھایۃ، دار ابن کثیر، بیروت ۱۴۲۸ھ
الشیبانی، ابوبکر احمد بن عاصم، کتاب الاوائل۔ تحقیق محمد بن ناصر العجمی، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۵ھ
بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
بیہقی، ابوبکر بن حسین (م ۴۵۸ھ) السنن الکبریٰ، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۶ھ
ترمذی، محمد بن سورہ (م ۲۷۹ھ)، السنن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱
حاکم، المستدرک، دار الکتب العلمیہ، بیروت
حلبی علی بن برہان الدین، انسان العیون (سیرت حلبیہ)، دار المعرفۃ، بیروت
خلیفہ بن خیاط۔ التاریخ، بیروت، دار الفکر ۱۹۹۳ء
ذہبی، محمد بن احمد (م ۷۴۸ھ)، سیر اعلام النبلاء، دار الحدیث، قاہرہ ۱۴۲۷ھ

زرقانی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی، زرقانی علی مواہب اللدنیۃ، دارالمعرفۃ، بیروت ۱۹۹۳ء

سلیمان بن طرخان التیمی۔ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ تحقیق دکتور رضوان الحصری، مرکز الملک الفیصل للبحوث والدراسات الاسلامیہ، ریاض ۱۴۴۳ء، ۲۰۲۱ء

شامی، محمد بن یوسف الصالحی، سبل الہدیٰ والرشاد۔ بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۹۹۳

ص علی ص، داعی اسلام، یوپی انڈیا، اشاعت گھر، ۱۹۸۵ء

طبری، التفسیر، موسسۃ الرسالہ، ۱۴۲۰ھ

طحاوی، احمد بن محمد (م ۳۲۱ھ)، شرح معانی الآثار، مکتبہ حقانیہ، ملتان؛

ابوداؤد الطیالسی، سلیمان بن داؤد (م ۲۰۴ھ) المسند، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ

عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی، الروض الانف، دارالمعرفۃ، بیروت ۱۹۷۸ء

عروہ بن زبیر، کتاب المغازی، تحقیق: دکتور مصطفیٰ الاعظمی، ۱۹۸۱ء، ریاض، منشورات مکتب التربیۃ العربی

عمر بن شبۃ (م ۲۶۲ھ)۔ تاریخ المدینۃ لابن شبۃ طبع علی نفقۃ، السید حبیب محمود احمد: جدۃ ۱۳۹۹ھ

غازی، محمود احمد، ڈاکٹر (م ۲۰۱۰ء)، محاضرات سیرت، الفیصل، لاہور ۲۰۲۲ء

فریابی، دلائل النبوۃ۔ تحقیق: عامر حسن، جری، دار حرا، مکہ مکرمہ۔ ۱۹۸۶ء

فضل الرحمٰن، سید، ہادی اعظم، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی ۲۰۱۴ء

فضل الرحمٰن، سید، فرہنگ سیرت، کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز ۲۰۱۳ء

فضل الرحمن، سید، مدیر: شش ماہی السیرہ عالمی کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، شمارہ اول ۱۹۹۹ء

قاضی بدرالدولہ، فوائد بدریہ، لاہور، بیکن بکس

کرامت علی جون پوری، ترجمہ شمائل ترمذی۔ کلکتہ، طبع خانہ خادم الدین ۱۸۳۶ء۔ ۴۸۰ ص

محمد سعید شیخ۔ اشاریہ شش ماہی السیرہ عالمی کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز ۲۰۱۲ء
مسلم بن حجاج (م ۲۶۱ھ)، الصحیح، مؤسسة المختار، قاهره، ۲۰۰۱
مورج السدوسی، حذف من نسب قریش، دار العروبہ، قاهرة ۱۹۶۰
موسیٰ بن عقبہ، کتاب المغازی۔ تحقیق محمد طبرانی، فاس، مغرب ۲۰۲۳ء۔ دو جلدیں
واقدی، محمد بن عمر، کتاب المغازی، عالم الکتب، بیروت
ولی رازی، ہادی عالم، کراچی، مکتبہ علم ۱۹۸۲ء
وھبۃ الزحیلی، التفسیر المنیر، دار الفکر، بیروت
یاسین مظہر صدیقی، ڈاکٹر (م ۲۰۲۰ء)۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا۔ کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز ۲۰۱۳ء

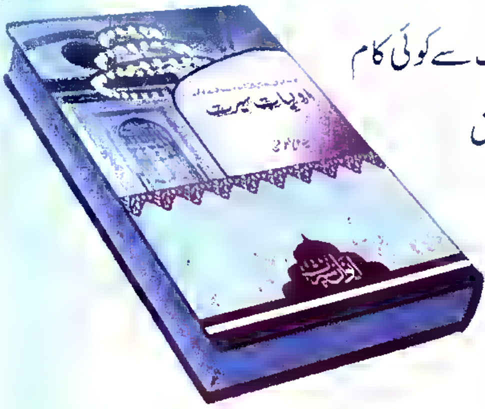

اولیات سیرت، علوم سیرت میں ایک نیا موضوع ہے، جس پر اس سے قبل الگ سے کوئی کام عربی اردو میں موجود نہیں۔ اس عنوان کے تحت سیرت طیبہ میں پہلے پہل پیش آنے والے واقعات سیرت بیان کیے جاتے ہیں۔ اس کتاب میں اوائل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اوائل سیرت اور اوائل کتب سیرت کا التزام کیا گیا ہے۔

ایوانِ سیرت

سیرت طیبہ کے ابتدائی مصادر اور دیگر اہم قدیم وجدید متون کے ساتھ ساتھ فن سیرت کے حوالے سے نئی تحقیقات کی اشاعت اور ان کے فروغ کے لیے ایوان سیرت کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ اولیات سیرت اس سلسلے کی چوتھی کاوش ہے، اس سے قبل سیرت ابن حبان، مغازی معمر بن راشد اور جامع اردو کتابیات سیرت بھی اسی ادارے کے تحت منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ یہ ادارہ مولانا سید زوار حسین اکیڈمی ٹرسٹ (رجسٹر) کے ذیلی شعبے کے طور پر کام کر رہا ہے


زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے-۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی-۷۴۶۰۰-فون: ۳۶۶۸۴۷۹۰

info@rahet.org - www.rahet.org

Zawwar academy publication

زوار اکیڈمی پبلیکیشنز